پیغمبر رأفت و رحمتؐ

حبیب اللہ نعمانی المعروف علاقہ بند

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ سرینگر۔ کشمیر

پیغمبر رأفت و رحمت

صلی اللہ علیہ والہٖ واصحابہٖ وسلم
تسلیماً کثیراً کثیراً

مصنّف

حبیب اللہ غانی المعروف علاقہ بند
راولپورہ ہاؤسنگ کالونی
سرینگر۔ کشمیر

سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ
سرینگر۔ کشمیر

نام کتاب	:	پیغمبر رأفت ورحمت صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف	:	حبیب اللہ غانی المعروف علاقہ بند
ناشر	:	حاجی محمد صدیق کرنائی
طباعت	:	باہتمام ۔ مکتبہ نوائے اسلام ۔ دہلی
مطبع	:	ایس ایس پریس
کتابت	:	محمد مرتضیٰ بلیاوی
سال طباعت	:	۱۹۹۶ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

اللہ عز وجل نے اپنی آخری کتاب "قرآن مجید" کی سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے

"بیشک مسلمانوں پر خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ان ہی میں سے ان میں ایک رسولؐ بھیجا جو انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ سب لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اس کتابچے میں اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمان کی وضاحت میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ حضرت سید الکونین جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کائنات کی مخلوقات کے لئے کس قدر محسن ثابت ہوئے ہیں، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے تئیں کس نوعیت کی بے مثال رأفت و رحمت کا اظہار فرمایا ہے۔ اب یہ جن و انس کا کام ہے کہ وہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ مبارک پر دل و جان سے عمل کر کے خود کو آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت کے لئے حقدار بنائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مصنف، ناشر اور تمام قارئین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے۔ آمین۔

رحمت خداوندی کا متلاشی

محمد صدّیق کرنائی

نشاط۔ سرینگر۔ کشمیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَرۡسَلَ اِلَیۡنَا رَسُوۡلًا سَیِّدًا اَمِیۡنًا صَادِقًا مُّصَدَّقًا بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفًا رَّحِیۡمًا۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کَثِیۡرًا ۔ اَمَّا بَعۡدُ !

رؤف ورحیم کے معنیٰ

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر جنّ وانس خاتم النبیّین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و اکرام اور فضل وکرم کی بے پایاں نعمت عطا کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں خطاب فرمایا ہے: اِنَّ فَضۡلَہٗ کَانَ عَلَیۡکَ کَبِیۡرًا یعنی بلاشک آپؐ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

فضل وعنایت کی اسی نعمت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مومنوں کے لیے رؤف ورحیم کا لقب بھی عطا کیا۔ چنانچہ سورۂ توبہ کی آخری دو آیات میں فرمایا۔ لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ۝ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَہُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ ۝ ان آیات کا ترجمہ یوں ہے۔

"بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسولؐ آیا ہے۔ آپؐ پر تمہارا نقصان میں پڑنا شاق گذرتا ہے۔ آپؐ تمہاری فلاح وہدایت کے حریص ہیں۔ ایمان لانے والوں کے لیے آپؐ حد سے زیادہ شفیق اور رحیم ہیں۔ اب اگر یہ لوگ آپؐ سے منہ پھیر لیں گے۔ تو کہہ دیجئے کہ اللہ میرے لیے کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا۔ وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔"

صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت زید بن ثابت رضؓ کو (جنگ یمامہ کے وقت جبکہ بیسیوں قاری قرآن شہید ہوئے) قرآن جمع کرنے کو کہا۔ حضرت زید بن ثابت رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خزیمہ انصاری رضؓ کے پاس سورۃ توبہ کی یہ دو آیات لکھی دیکھیں جو کسی کے پاس نہ تھیں۔

حبرالامت حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ ان آیات کے پڑھنے والوں کو اللہ تعالیٰ بادشاہ کے ظلم، سمندر کے طوفان اور درندے کے حملے سے بچائے گا۔

مولانا عبدالماجد دریا بادی کہتے ہیں کہ جمہور کی قرات اَنْفُسِکُمْ ہے یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اجنبی نہیں۔ کسی غیر جنس کی مخلوق نہیں۔ تمہارے آپس کے ہیں اور تم ہی جیسے (انسان) ہیں۔ اگر اَنْفَسِکُمْ کو بفتح الفاء پڑھا جائے۔ کیونکہ وہ بھی ایک قرات متواترہ ہے۔ تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ تمہارے بہترین اور نفیس ترین میں سے ہیں۔ (نقوش رسول نمبر جلد ۱ صفحہ ۲۳۹)

صحیح مسلم کی کتاب الفضائل کے باب فِیْ اَسْمَآئِہٖ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں حضرت جبیر بن مطعم رضؓ سے روایت ہے کہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال اِنّ لی اسمآءَ انا مُحمّد وانا اَحْمَدُ وانا الماحی الذی یمحُواللہ بِیَ الکفُر وانا حاشر الذی یحشر النّاس علی قدمیّ وانا العاقِبُ الّذی لَیْسَ بعدہٗ احد وقد سمّاہُ اللہُ رءُوفًا رّحِیْمًا

یعنی حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے کئی نام ہیں۔ میں محمدؐ ہوں اور میں احمدؐ ہوں اور میں ماحی ہوں میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو محو کرے گا اور میں حاشر ہوں۔ لوگ میرے دین پر اٹھیں گے اور میں عاقب ہوں۔ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا نام نامی رءوف و رحیم رکھا۔

نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ سورۃ توبہ کی آیت لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرف و کرامت نسب و حسب میں

نُخۡبَۃ النُّخۡبَۃ (منتخب لوگوں میں سے چنا ہوا) خُلاصۃ الخُلاصۃ تلچھٹ سے جُدا کیے گئے اور بے کھوٹ خالص (Pure) اصحاب میں سے سب سے زیادہ خالص (Prustine Pure) اور صَفۡوَۃ الصَّفۡوَۃ (خالص اور عمدہ محبت والوں میں سے سب سے زیادہ محبت والا) اور خِیَرۃُ الۡخِیَرۃ (بہترین فضیلت والوں میں سے بہترین فضیلت والا) ہیں۔ قصیدۂ بردہ میں حضرت رؤف ورحیم نبیؐ کی یوں تعریف آئی ہے کَالزَّهۡرِ فِیۡ تَرَفٍ وَالۡبَدۡرِ فِیۡ شَرَفٍ

وَالۡبَحۡرِ فِیۡ کَرَمٍ وَّالدَّهۡرِ فِیۡ هِمَمٍ

آپؐ تازگی میں شگوفہ جیسے اور شرف میں چودھویں رات کے قمر جیسے ہیں، بخشش میں دریا کے مانند اور ہمت میں دہر کے مانند (بے مثال) ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت الانصاریؓ نے سورۂ توبہ کی ان ہی آیات کی وضاحت میں فرمایا ہے عَزِیۡزٌ عَلَیۡهِ اِنۡ یحید واعن الھُدیٰ حَرِیۡصٌ عَلیٰ اَنۡ یَّسۡتَقِیۡمُوۡا وَیَھۡتَدُوۡا یعنی اگر کوئی شخص ہدایت سے دور جا پڑا۔ تو حضرت رءوف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گزرتا ہے۔ آپؐ اس بات کی دلی تمنا رکھتے ہیں کہ لوگ ہدایت پائیں اور ہدایت پر ہی قائم رہیں۔

اِمَامٌ لَّھُمۡ یَھۡدِیۡھِمُ الۡحَقَّ جَاھِدًا

مُعَلِّمُ صِدۡقٍ اِنۡ یُّطِیۡعُوۡہُ یُسۡعِدُوۡا

یعنی آپؐ ان کے (جن وانس کے) لیے ایسے امام ہیں جو سخت تندہی سے انھیں حق کی رہنمائی کرتے ہیں۔ آپؐ صدق اور سچائی سکھاتے ہیں، اگر لوگ آپؐ کی اطاعت کریں تو وہ سعادت مند ہو جائیں گے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے کہ رؤف رأفت سے ہے۔ اور اس کا اطلاق ایسی رحمت پر ہوتا ہے جو کسی کی کمزوری اور مصیبت پر جوش میں آئے۔ پس رأفت۔ رحمت کی ایک خاص صورت ہے اور رحمت عام ہے۔ دونوں کے جمع کر دینے سے رحمت کا مفہوم زیادہ قوت وتاثیر کے ساتھ

واضح ہوگیا۔ (نقوش رسول نمبر جلد ۳ صفحہ ۳۳۵)

رءوف کہتے ہیں از حد مہربان کو۔ یہ رأفت سے صیغہ مبالغہ واحد ہے۔ رحیم کہتے ہیں بہت مہربانی کرنے والے کو۔ اس طرح رؤف ورحیم دونوں لفظوں کے معنیٰ لگ بھگ یکساں ہیں۔

شیخ الاسلام امام شوکانیؒ نے لکھا ہے والرَّءُوفُ کَثِیْرُ الرَّافَۃِ اَشَدُّ مِنَ الرَّحْمَۃِ یعنی رءوف کے معنیٰ ہیں بسیار رافت والے کے جو شفقت و مہربانی کا سخت جذبہ رکھتا ہو

امتیازی شان

فرّا نے کہا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے کسی اور پیغمبرؑ کے لیے ایسے دو ناموں کا اجتماع نہیں کیا" گویا یہ بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک امتیازی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رءوف ورحیم پیغمبرؑ بتایا۔

قرآن حکیم میں اللہ بزرگ و برتر نے خود کو بھی رءوف ورحیم کہا ہے چنانچہ سورہ بقرہ، توبہ نحل (دوبار) حج، نور، حدید اور حشر میں اپنے لیے رءوف ورحیم کے الفاظ استعمال فرمائے۔ سورہ بقرہ میں فرمایا: وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کے لیے بہت مہربان ہے۔

سورۂ نحل میں صراحت سے فرمایا: اِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ یعنی حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفقت اور مہربانی والا ہے۔

غرض اللہ نے خود کو تمام کائنات اور اس کی مخلوقات کے لیے رءوف ورحیم بتایا اور حضرت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان لانے والوں کے لیے ان ہی دو لفظوں کا لقب عطا فرمایا۔

اس اعزاز سے کسی کو دھوکہ نہیں لگنا چاہئے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ بھی رءوف ورحیم ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس نے رءوف ورحیم بنایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اور حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (العیاذ باللہ) ایک ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ غلط تاویل شکم پرست ملاؤں کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم معبود یا مسجود نہیں

حقیقت ابدی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہاں معبود و مسجود ہے وہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معبود و مسجود نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسولؐ ہیں۔ معبود اور بندے کے درمیان فرق کو خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیئس سالہ پیغمبرانہ حیات پاک میں پوری شدت سے واضح کردیا ہے اور اس بارے میں مطلق کوئی ابہام نہیں چھوڑا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام میں عقیدے کا یہی مرکزی نکتہ ہے۔ اس بات کے پیش نظر سورۃ توبہ کی متعلقہ آیت میں مفہوم ویسا ہی ہے جیسا کہ سورۃ انفال کی اس آیت میں ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی (بدر کی لڑائی میں) آپؐ نے انھیں قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا۔ اور آپؐ نے (مٹی وغیرہ) نہیں پھینکی۔ بلکہ اللہ نے پھینکی اور جیسا کہ سورہ فتح کی اس آیت میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یعنی اے نبیؐ! (حدیبیہ میں) "جو لوگ آپؐ سے بیعت کر رہے تھے۔ وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔"

خود غرض مفاد پرست ملا ان آیات سے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (العیاذ باللہ) ایک ہیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ میں حلول کیا ہے پھر چلتے چلتے یہ گمراہ ملا بخاری شریف کی اس حدیث قدسی کے بارے میں بھی غلط تاویل کر کے اپنی جیبیں بھرتے ہیں جس میں ولی الرحمٰن کی تعریف میں آیا ہے کہ "جب میں اس سے محبت کرنے لگتا

ہوں تو میں ہی اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔"

اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی میں حلول نہیں کرتا ہے وہ خود فرماتا ہے: لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ یعنی وہ کسی بھی چیز کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا۔

اوپر کی حدیث قدسی کے الفاظ کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دوست جب اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے تو وہ سنتا ہے تو صرف حق کی آواز کو۔ دیکھتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کا نور۔ ہاتھ سے پکڑتا ہے، صرف معروف چیزوں کو۔ چلتا ہے، تو صرف خدا کی خوشنودی کی طرف۔"

نبی رأفت و رحمت

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رءوف و رحیم کہنے کا تعلق ہے، اس کے یہی معنیٰ ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تمام مخلوقات کے لیے زیادہ مہربان۔ رحیم مشفق اور بہی خواہ تھے۔ اس بارے میں کوئی اور آپؐ کے ہم پلہ نہیں ہوسکتا ہے۔ یہی اعتراف غیر مسلم محققوں نے بھی کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت و رحمت کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ آپؐ تمام جنوں اور انسانوں کا بھلا چاہتے تھے۔ آپؐ ہی ساری انسانیت کی نجات کے متمنی تھے۔ میسور کے گورنمنٹ کالج برائے خواتین کے شعبۂ فلسفہ کے سربراہ پروفیسر راما کرشنا راؤ نے اپنی کتاب "محمدؐ" میں لکھا ہے۔

Mohammad (SAW) was more than honest. He was human to the marrow of his bones. Human sympathy, human love was the music of his soul. To servce man, to eleva-te man, to purify man, to educate man, in a word to humanise man - this was the object of his mission, the be-all and end-all of his life".

اُردو میں اس کا ترجمہ یوُں ہے "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حد سے زیادہ راست باز، مخلص اور بے کھوٹ تھے۔ آپؐ سراپا انسانیت نواز تھے۔ انسانی ہمدردی، محبت و مودت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ آپؐ کے مشن کا مقصد انتہائی انسان کی خدمت کرنا۔ اس کا درجہ اونچا کرنا اُسے ظاہری اور باطنی غلاظتوں سے پاک و صاف کرنا۔ اسے علم کی نعمت دینا۔ غرض انسانوں کو انسانیت سے نوازنا تھا"

دیگر بے شمار غیر مسلم مفکروں نے بھی پیغمبرِ رأفت و رحمت کو خراجِ عقیدت ادا کیا ہے۔ اس کتابچے میں ان کا تفصیلی ذکر کرنے کی گنجائش نہیں۔ وہ کہیں اور سے دیکھا جا سکتا ہے یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت و رحمت اور آپؐ کے احسان و کرم سے دوست۔ دشمن، قوی و کمزور، آزاد و غلام، مرد و زن، جن و انس اور وحوش و طیور فیضیاب ہوئے۔ خود اللہ تعالیٰ سورۂ آلِ عمران میں فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○ یعنی "یہ اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے کہ آپؐ ان کے لیے نرم خو ہیں اگر آپؐ تند خو اور سنگدل ہوتے تو یہ لوگ آپؐ کے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ تو آپؐ انھیں معاف کر دیجئے اور (خدا تعالیٰ سے) ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگئے اور معاملات میں اُن سے مشورہ کر

کیجیے۔ پھر جب آپؐ کسی بات کا عزم کریں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے۔ بلاشک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ جو (اُس پر) بھروسہ کرنے والے ہیں۔" سید قطب شہیدؒ نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے۔ "حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کو ایک ایسی آغوش کی ضرورت ہے جو اُن پر مہربان ہو۔ ایسی سرپرستی کی جو بہتر اور فائق ہو۔ ایسی بشاشت اور خندہ پیشانی کی جو ان کے ساتھ نرمی برتے۔ ایسی محبت کی جو اُن پر چھا جائے۔ ایسی بردباری کی جو ان کی جہالت، کمزوری اور نقائص سے بددل نہ ہو۔ ایسے دل کی جو انھیں بخشتا رہے اور ان کی بخشش کا محتاج نہ ہو جو ان کے غموں کو اپنے سر لے اور اپنے غم ان کے سر نہ ڈالے۔ اور جس سے وہ ہمیشہ فکر، سرپرستی، مہربانی، فیاضی محبت اور خوشنودی کی دولت پائیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل (مبارک) ایسا ہی تھا اور انسانوں کے ساتھ آپؐ کی زندگی اور رہنا سہنا اسی طرح کا تھا۔ آپؐ کبھی اپنے لیے غصہ نہ ہوئے ان کی بشری کمزوری سے بددل اور تنگ دل نہ ہوئے۔ نہ آپؐ نے اس دنیا کے سازوسامان سے اپنے لیے کچھ روک کر رکھا۔ بلکہ جو کچھ آپؐ کے ہاتھ میں آتا۔ آپؐ اسے اُن پر لٹا دیتے۔ آپؐ کی بردباری، حسنِ سلوک، نیکی اور شفقت و محبت سب پر سایہ فگن رہی۔ جس شخص کا بھی آپؐ کے ساتھ رہنا بسنا ہوا۔ یا جس نے بھی آپؐ کو دیکھا۔ اس کا دل آپؐ کی محبت سے بھر گیا۔ کیونکہ آپؐ نے اپنے بزرگ اور رحیم و کریم وجود سے اس پر فضل و کرم کی بارش کی۔"

رأفت و رحمت کے اسی جذبے کے تحت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید کی کہ وہ دوسروں کے لئے بھی وہی بھلائی چاہیں جو اپنے لیے چاہتے ہوں۔ بخاری شریف کی کتاب الایمان میں حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ نہ چاہے، جو اپنے لیے چاہتا ہو۔

سب سے زیادہ سچا خیر خواہ

تمام پیغمبرانِ عظام اپنی اپنی قوم کے لیے سچے خیر خواہ تھے۔ قرآن کریم کے سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ مختلف پیغمبروں کی خیر خواہی کا ذکر فرماتا ہے۔ حضرت نوحؑ کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ یعنی میں تم کو اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم (قوم عاد) سے فرمایا اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ یعنی میں تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں۔ اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود سے فرمایا: وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ یعنی میں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں۔ لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے ہو۔ اسی طرح دیگر تمام انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کی خیر خواہی کی۔ جہاں تک رأفت و رحمت والے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے۔ آپؐ تمام جن و انس کی سچی خیر خواہی میں بے مثل ہیں۔ اور یہ خیر خواہی قیامت تک آنے والے انسانوں اور جنوں کے لیے جاری و ساری ہے۔ آپؐ کے عہد مبارک میں مشرکین و کافرین آپؐ کو بے شمار اذیتیں پہنچا رہے ہیں۔ آپؐ کے جسم اطہر کو زخمی کر رہے ہیں۔ آپؐ کو شہید کرنے کی کوششوں میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے ہیں۔ لیکن آپؐ کی زبان مبارک پر صرف یہی الفاظ جاری ہوتے ہیں اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر کیونکہ وہ نہیں جانتے (کہ میں ان کا سچا خیر خواہ ہوں) اس سے بڑھ کر حقیقی اور سچی خیر خواہی کیا ہو سکتی ہے۔

حضرت رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف انسانوں بلکہ جنوں کی دنیاوی اور اُخروی فلاح

وبہبود کے بھی متمنی تھے۔ آپؐ کے احکام اور منصوبوں میں جو وحی الہٰی پر مبنی تھے۔ فی الواقع جن وانس کی دنیا اور آخرت دونوں کی کامرانی ہے۔ اسی لیے آپؐ کی مکمل اطاعت کرنے میں ہی نجاتِ ابدی کا راز مضمر ہے۔

جذبۂ رأفت ورحمت

اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رأفت ورحمت کا جذبہ بدرجۂ اتم عطا کیا تھا اور آپؐ ابتدا سے اخیر تک مجسمۂ رأفت ورحمت ہیں۔ شقِ صدر کا ایک مقصد آپؐ کے دل مبارک میں سراسر رأفت ورحمت بھرنا تھا۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ بڑی دلیری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ باتیں پوچھا کرتے تھے جو دوسرے نہ پوچھ سکتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہؐ! امرِ نبوت میں سب سے پہلے آپؐ نے کیا دیکھا۔ حضورؐ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے ابوہریرہؓ! میں دس سال کچھ ماہ کا تھا جنگل میں کھڑا تھا کہ میں نے اوپر آسمان کی طرف سے کچھ آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے۔ أهُوَ هُوَ کیا یہ وہی ہیں؟ اب دو شخص میرے سامنے آئے۔ جن کے منہ ایسے منور تھے کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے۔ اور ایسی خوشبوئیں آرہی تھیں کہ میرے دماغ نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ اور ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ میں نے کبھی کسی پر ایسے کپڑے نہیں دیکھے۔ انھوں نے آکر میرے دونوں بازو تھام لیے۔ لیکن مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ کوئی میرے بازو تھامے ہوئے ہے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ انہیں لٹا دو۔ چنانچہ اس نے لٹا دیا۔ لیکن اس میں بھی مجھے نہ تکلیف ہوئی۔ نہ محسوس ہوا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔ ان کا سینہ شق کر دو۔ چنانچہ میرا سینہ چیر دیا۔ لیکن مجھے نہ اس میں کچھ دکھ ہوا نہ میں نے خون دیکھا۔ پھر کہا۔ اس میں سے غل وغش وحسد وبغض سب نکال دو۔ چنانچہ اس نے ایک خون بستہ جیسی کوئی چیز نکالی اور اُسے

پھینک دیا۔ پھر اس نے کہا۔ اس میں رأفت و رحمت، رحم و کرم بھر لو۔ پھر ایک چاندی جیسی چیز جتنی نکالی تھی اتنی ڈال دی۔ پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا۔ جائیے اور سلامتی سے زندگی گذاریئے۔ اب جو میں چلا تو میں نے دیکھا کہ ہر چھوٹے پر میرے دل میں رقت ہے اور ہر بڑے پر رحمت"۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چار بار شق صدر کیا گیا ہے۔ اوپر مذکور شدہ شق صدر کی خاص بات یہ ہے کہ آپؐ کے دل مبارک میں رأفت و رحمت اور رحم و کرم بھرپور مقدار میں ڈال دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت کائنات کی تمام مخلوقات کے لیے رؤف و رحیم اور بہی خواہ تھے۔ فقراء اور کمزوروں کے ساتھ آپؐ کو بے حد محبت تھی۔

رأفت و رحمت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح ہدایت فرمائی ہے کہ لوگوں کے ساتھ آسانی کی جائے۔ سختی نہ کی جائے۔ صحیح بخاری کی کتاب الآداب کے ایک باب کے عنوان میں یہ الفاظ بھی ہیں وَكَانَ يُحِبُّ التَّخْفِيفَ وَالْيُسْرَ عَلَى النَّاسِ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسانی برتنے کو پسند فرماتے تھے۔

اسی باب کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائمی بہبودی کا یہ ارشاد فرمایا يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا یعنی آسانی کرو، سختی نہ کرو۔ اور لوگوں کو آرام دو۔ نفرت نہ دلاؤ۔ یہ حدیث صحیح مسلم کی کتاب الجہاد میں بھی ہے۔ صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا یعنی اتفاق سے کام کرو اور پھوٹ مت ڈالو۔

جذبۂ رأفت و رحمت کے تحت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی گردنوں سے مختلف قسم کے بوجھ اور طوق ہٹاتے تھے۔ اس کی تصدیق خود اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ چنانچہ سورۂ اعراف میں فرمایا اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ

لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

"یعنی جو لوگ ایسے رسول نبی اُمّی کا اتباع کرتے ہیں (جن کو وہ لوگ ایسے رسول نبی اُمّی کا اتباع کرتے ہیں) اپنے پاس توراۃ و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے، ان کو دور کرتے ہیں۔ پس جو لوگ اس نبیؐ پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو حضرت نبیؐ کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔"

اسی جذبۂ رأفت و رحمت کا نتیجہ تھا کہ اگرچہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے صراحتاً فرمایا کہ آپؐ صرف تبلیغ دین فرمائیں۔ کسی کے نہ ماننے کے لیے آپؐ کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ مگر بایں ہمہ آپؐ کے دل مبارک میں تڑپ تھی کہ تمام جنّ و انس ہدایت اور نجات پائیں۔ یہی حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ کے معنی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تڑپ اور تمنا کا اشارہ قرآن حکیم کی کئی آیات سے ملتا ہے اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ یعنی "ہم نے آپؐ کو حق کے ساتھ خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ سے دوزخ والوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔ یعنی آپؐ کو اس بات کے لیے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا کہ آپؐ نے ان کو مسلمان کیوں نہ کیا۔" اسی طرح سورۂ غاشیہ میں فرمایا۔ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ یعنی آپؐ نصیحت کرتے جایئے آپؐ بس نصیحت ہی کرنے والے ہیں۔ ان پر داروغہ نہیں ہیں ۔ یعنی وہ مانیں تو ٹھیک۔ اس میں ان کی اپنی خیر ہے۔ نہ مانیں تو آپؐ ذمہ دار نہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپؐ تمام لوگوں کی ہدایت

کے متمنی تھے۔ اور اس غرض کے لیے نہایت فکر مند رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ سورہ کہف میں فرماتا ہے۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ یعنی اے پیغمبرؐ رؤف ورحیم۔ اگر یہ لوگ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید آپؐ ان کے پیچھے رنج کر کے اپنے تئیں ہلاک کر دیں گے۔"

سورہ فاطر میں فرمایا فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ یعنی پس کہیں اُن پر پچھتا پچھتا کر آپؐ کی مبارک جی نہ جاتی رہے۔"

اسی طرح سورہ شعراء میں فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یعنی شاید آپؐ اپنی جان مبارک اس بات پر ضائع کر بیٹھیں کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ باخع کہتے ہیں غم سے نفس کو ہلاک کرنا۔

عوام کی ہدایت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرص کی نشاندہی سورہ نحل کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ یعنی آپؐ ان کی ہدایت کے لیے کتنے ہی حریص ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ جس کو بھٹکا دیتا ہے۔ پھر اسے ہدایت نہیں دیا کرتا اور اس طرح کے لوگوں کی مدد کوئی نہیں کر سکتا ہے۔"

ان سب آیات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے متمنی رہتے تھے۔ یہی آپؐ کی رأفت ورحمت کا بھرپور اظہار ہے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھی جانی چاہیے کہ جس وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی تھی۔ رؤف ورحیم خدا نے رأفت ورحمت والے رسولؐ کو بھیج کر دنیا کو ہلاکت سے بچایا۔ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران میں فرماتا ہے وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا یعنی تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم کو بچایا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

تھوڑی سی کسر ہی باقی تھی دنیا کے جہنم بننے میں
اک رحمت عالمؐ نے آکر صحراؤں کو گلزار کیا

حضورؐ کی رأفت ورحمت کے اس پس منظر میں اب اگلے صفحوں میں مختلف مخلوقات کے لیے آپؐ کی مودت، شفقت اور رحمت کا جائزہ لیا جائے گا۔

ہمہ گیر رأفت ورحمت

اللہ تعالیٰ نے سورہ انبیاء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں خطاب فرمایا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی ہم نے آپؐ کو تمام عالمین (مخلوقات) کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ فی الحقیقت آپؐ تمام مخلوقات کے لیے رحمت مجسمہ ثابت ہوئے ہیں۔ آپؐ کی رأفت ورحمت کا فیض اپنوں اور پرایوں، دوستوں اور دشمنوں، جنوں، انسانوں، زندوں اور مردوں، بچوں اور بوڑھوں، مردوں اور عورتوں، کمزوروں اور طاقتوروں، یتیموں، بیواؤں، بے کسوں، حیوانوں، چرندوں، پرندوں، کیڑوں مکوڑوں غرض تمام مخلوقات کو پہنچا۔ آپؐ نے ان لوگوں سے بھی انتقام نہیں لیا۔ جنہوں نے آپؐ کو زبردست تکلیفیں پہنچائیں۔ حضرت وحشیؓ نے حالتِ کفر میں آپؐ کے عم عزیز حضرت حمزہؓ کو میدانِ اُحد میں شہید کیا۔ آپؐ نے اُسے بھی بخش دیا۔ ہبار بن الاسود نے آپؐ کی دخترِ نیک اختر حضرت زینبؓ پر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے وقت حملہ کیا تھا۔ آپؐ نے اُسے بھی معاف کر دیا۔ عکرمہؓ بن ابوجہل نے آپؐ کے ساتھ زبردست دشمنی کی تھی۔ آپؐ نے اسے بھی معاف کر دیا اور جب وہ اسلام سے مشرف ہوا۔ تو آپؐ نے حکم دیا کہ کوئی شخص انہیں (طنزاً) نہ کہے کہ وہ ابوجہل کا بیٹا ہے۔

ابوطالب کی وفات کے بعد آپؐ تبلیغ دین کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ وہاں قبیلہ ثقیف کے اوباشوں نے آپؐ کے ساتھ نہایت نازیبا سلوک کیا۔ غلاموں اور لڑکوں نے آپؐ پر پتھر مارے اور آپؐ کو لہولہان کر دیا۔ آپؐ جب قرن الثعالب پہنچے۔ سر مبارک اُوپر اٹھا کر دیکھا۔ تو ابر بادل

نظر آیا۔ جو آپؐ پر سایہ کیے ہوئے تھا اس میں حضرت جبریلؑ نظر آئے اور انہوں نے آواز دیکر کہا۔
اِنَّ اللّٰہَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَارَدُّوْ عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهٗ بِمَاشِئْتَ فِيْهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ سنا جو آپؐ کی قوم نے آپؐ کو جواب دیا اور جو برے الفاظ انھوں نے کہے۔ اللہ نے آپؐ کے پاس پہاڑوں کے منتظم فرشتہ کو بھیجا ہے تاکہ آپؐ اس کو حکم دے کر ان لوگوں کو جو چاہیں سزا دلائیں۔"

اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے آپؐ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ آپؐ جو ارشاد فرمائیں۔ تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔ اگر ارشاد ہو تو طائف کے دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں۔ تاکہ اُن سب کا چُورا ہو جائے۔ حضرت رؤف ورحیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بَلْ اَرْجُوْا اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔ یعنی مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے (بخاری ومسلم)

یہاں بات قابل نوٹ ہے کہ طائف کے لوگوں نے آپؐ پر پتھر پھینکے جن کا کل وزن کچھ من سے زیادہ نہ ہوگا اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو حکم دیا تھا کہ حضورؐ طائف کے لوگوں سے انتقام لینے کے لیے جو چاہیں اس پر فوراً عمل کر۔ اگر حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ملکُ الجبال کی پیشکش قبول فرماتے تو اربوں من وزنی پتھروں سے طائفؐ کی ساری آبادی کو ختم کیا جاتا۔ لیکن رحمت مجسمہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبرانہ روش سے انھیں معاف کردیا اور اشارہ دیا کہ ان کے اولاد اسلام قبول کریں گے۔ فی الواقع ایسا ہی ہوا، چنانچہ شبلی نعمانیؒ نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا ہے کہ ثقیف کے لوگوں کا وفد ۹ ہجری میں مدینہ منورہ آیا۔ آپؐ نے ان کو مسجد نبوی میں اُتارا اور بہ نفس نفیس ان کی مہمان نوازی کے فرائض انجام دیے۔"

طائف کا واقعہ غزوۂ اُحد سے بھی بڑھ کر سخت تھا (بخاری) غزوۂ اُحد میں تھوڑی دیر کیلئے

کافروں کا پلہ بھاری رہا۔ انھوں نے آپؐ پر حملہ کر کے آپؐ کے چہرۂ انور کو زخمی کر دیا اور مبارک دانت کو شہید کر دیا (بخاری) اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر قوم کو بد دعا نہیں دی۔ بلکہ سیرت ابن ہشام کے مطابق صرف اتنا فرمایا:

کَیْفَ یُفْلِحُ قَوْمٌ خَضَبُوْا وَجْہَ نَبِیِّہِمْ وَھُوَ یَدْعُوْھُمْ اِلٰی رَبِّہِمْ" یعنی وہ قوم کیونکر فلاح پا سکتی ہے جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو خون سے رنگین کر رہی ہے۔ حالانکہ وہ (نبیؐ) انھیں ان کے رب کی طرف بلا رہا ہے۔" سید سلیمان سلمان منصور پوریؒ نے کیا خوب کہا ہے۔ تو قاتلانِ عم و دُختِ را نمائی عفو :: بپاسِ خاطر ایمانی و مسلمانی

تو عذر خواہ شوی بہر قوم از رحمان :: چو قوم شکند از سنگ درّ دندانی

منہ پر مارنا کفار اور ظالموں کا کام ہی ہے۔ کیونکہ ان کا ضمیر مر چکا ہوتا ہے۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان حتیٰ کہ حیوان کو بھی منہ پر مارنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ صحیح مسلم کی کتاب البرّ والصلة والادب کے بَابُ النَّھْیِ عَنْ ضَرْبِ الْوَجْہِ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قاتل اَحَدُکُمْ اخاہ فَلْیَجْتَنِبِ الْوَجْہَ یعنی جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے منہ پر نہ مارے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ منہ پر مارنے سے دماغ پر بھی اثر پڑتا ہے اور کسی وقت دماغی فتور ہوتا ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخاری و مسلم کی حدیث میں فرمایا ہے "جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ دے۔ اور عورتوں کے حق میں اچھائی کی نصیحت جو میں کر رہا ہوں قبول کرو۔ عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی کے اوپر کا حصہ ٹیڑھا ہوتا ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر اسے چھوڑ دو تو ٹیڑھا پن دور نہیں ہوگا۔ لہٰذا عورتوں کے ساتھ اسی طرح بھلائی سے پیش آؤ۔"

بخاری و مسلم میں ہے کہ غزوہ نجد سے واپسی پر جب آپؐ ایک درخت کے سایہ میں آرام

فرما رہے تھے تو ایک کافر نے چپکے سے آکر آپؐ کی تلوار ہاتھ میں لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ کافر نے کہا "اے محمدؐ! اب آپؐ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پر اطمینان طریقے پر کہا۔ اللہ۔ (بخاری کتاب الجہاد) ابوبکر اسماعیلی نے اپنی صحیح میں جو روایت درج کی ہے اس کے مطابق جب حضورؐ نے اس اعرابی کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا تو اس کافر کے ہاتھ سے تلوار نیچے پڑ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھا کر اس سے پوچھا کہ اب کون تم کو بچائے گا۔ وہ کافر ترلے کرنے لگا۔ حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بھی بخش دیا۔ اگرچہ اس نے اُس وقت اسلام قبول نہیں کیا (مشکوٰۃ کتاب الرقاق) یہودیوں نے آپؐ پر جادو کیا جس کا اثر کئی دنوں رہا۔ لیکن آپؐ نے انھیں بھی بخش دیا۔

ہجرت کے موقع پر سراقہ بن مالک بن جعشم کفر کی حالت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے یا زندہ پکڑ کر لانے کے لیے نکلا۔ اس کے گھوڑے کی ٹانگیں دو یا تین بار زمین میں دھنس گئیں۔ جب اسے محسوس ہو گیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پکڑ سکے گا۔ تو اس نے امان طلب کی۔ حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان دیدی۔ عمیر بن وہب جنگِ بدر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی نیت سے مدینہ روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ نے وحی کی بنا پر اُسے اس سازش سے آگاہ کیا۔ جو اس نے صفوان بن امیہ کے ساتھ مکہ میں کی تھی۔ اس اطلاع سے زمین اس کے پاؤں تلے سے سرک گئی اور وہ مشرف بہ اسلام ہوا۔ فتح مکہ کے موقع پر فضالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے لیے ان کے پیچھے پیچھے طواف کرنے لگا۔ رب العلمین نے آپؐ کو وحی کے ذریعے فضالہ کے ارادۂ بد سے آگاہ کیا۔ آپؐ نے فضالہ سے بدلہ نہیں لیا، بلکہ اس کے سینے پر اپنا دستِ مبارک رکھا۔ اس کی دنیا آناً فاناً بدل گئی اور وہ ایمان لایا۔ غرض رحمتِ مجسمہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی معاف کر دیا جو (العیاذ باللہ) آپؐ کا خاتمہ کرنے کے لیے نکلے تھے۔ یہی رؤف ورحیم نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کا طرۂ امتیاز تھا۔

مولانا محمد انور لولابیؒ نے اپنی ایک نعت میں کہا ہے

صاحبِ خلقِ عظیم و مظہرِ جودِ عمیم

آیتِ رحمت کہ شانِ او رؤف است و رحیم

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی نافرمانی دیکھی تو ایک وقت پکار اٹھے رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ، اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ (نوح)

"لیعنی "اے میرے رب! زمین پر بسنے والا ایک بھی کافر نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا بدکار اور سخت کافر ہی ہوگا۔"

اسی طرح جب مدین والوں نے حضرت شعیبؑ کو جھٹلایا تو آپؑ نے کہا يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ (الاعراف)

یعنی اے میری قوم! میں اپنے رب کا پیغام تم کو پہنچا چکا اور میں نے تمہارا بھلا چاہا تھا۔ اب میں نہ ماننے والے کافروں پر کیا غم کھاؤں۔"

اس کے برعکس نبی رافت و رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبردست ایذاؤں پر بھی مایوسی کا اظہار نہیں کیا۔ اور نہ قوم کو بددعا دی۔ بلکہ قوم اُدھر سے آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھا رہی تھی۔ آپؐ پر کوڑا کرکٹ پھینکتی تھی۔ آپؐ کے شانہ مبارک پر جب آپؐ سجدے میں تھے اونٹنی کی اوجھڑی رکھ دی۔ آپؐ کے مبارک گلے میں کپڑا ڈال کر آپؐ کو سخت اذیت دے رہی تھی۔ اِدھر آپؐ قوم کی ہدایت کے لیے دعا فرماتے تھے اور احادیث کے مطابق ایسے مواقع پر آپؐ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ ہوتے تھے اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر۔ کیونکہ وہ

(حق) نہیں جانتی ہے ۔۔۔ یہی آپؐ کی رأفت ورحمت کا طرۂ امتیاز تھا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپؐ مشرکین کے لیے بددعا کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً یعنی میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ میں رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں۔

ابوداؤد کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "بددعا مت کرو اپنے اوپر، نہ اپنی اولاد پر، نہ اپنے خادموں پر، نہ اپنے مالوں پر کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گھڑی ایسی ہو جس میں دعا قبول ہوتی ہے"۔

یہ حدیث پکار پکار کر حضورؐ کی ہمہ گیر رأفت ورحمت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

مسند احمد اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک شخص آیا۔ جہاں تک میرا گمان ہے وہ قبیلہ قیس کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! قبیلہ حمیر پر لعنت فرمائیے، آپؐ نے اس کی طرف سے منھ پھیر لیا۔ وہ دوسری طرف سے آیا۔ آپؐ نے پھر روئے مبارک پھیر لیا، وہ تیسری طرف سے آیا۔ آپؐ نے پھر روئے انور پھیر لیا اور فرمایا: رَحِمَ اللّٰهُ حِمْيَرَ اَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ وَاَيْدِيْهِمْ طَعَامٌ وَهُمْ اَهْلُ اَمْنٍ وَّاِيْمَانٍ (ترجمان السنۃ از مولانا محمد بدر عالم جلد ۲ ص ۱۸۱) یعنی اللہ تعالیٰ قبیلہ حمیر پر رحم کرے۔ ان کے منھ پر السلام علیکم کے الفاظ رہتے ہیں، ان کے ہاتھ غریبوں کو کھانا کھلانے میں مشغول رہتے ہیں، یہی لوگ بڑے امن اور ایمان والے ہیں۔

کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحد ہستی ہیں۔ جو تمام مخلوقات کے لیے سراپا رأفت ورحمت تھے، آپؐ کسی کی غیر شعوری حرکت سے بھی کسی دوسرے کی نفسیاتی اذیت برداشت نہیں کرتے تھے۔ اسی جذبۂ رحمت ومودت کے تحت آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا: اذا کان ثلثة فلا یتناجی اثنان دون الثالث فان ذٰلک یُؤْذِیْهِ یعنی "جب کسی جگہ تین اشخاص ہوں، تو دو شخص تیسرے کو چھوڑ کر کوئی سرگوشی نہ

کریں۔ کیونکہ اس سے اُس (تیسرے) کو اذیت ہو گی۔ اس قسم کے بلند اور لطیف نفسیاتی ادب کی نشاندہی کہیں اور سے نہیں ہو گی۔

کافروں کیلئے بھی رحمت

رأفت و رحمت والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا فیض کافروں کو بھی ملا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے پکارا۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (انفال) فَنَزَلَتْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (انفال)

یعنی ابو جہل نے کہا "اے اللہ! اگر یہ قرآن یا (حضرت محمدؐ) آپ کے ہاں سے حق پر ہے، تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا دردناک عذاب کر۔" اس پر سورۂ انفال کی یہ آیت نازل ہوئی اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جب تک آپؐ ان میں موجود ہیں (آپؐ کے وجود مبارک کی رحمت کے سبب سبب) ان کو عذاب نہیں کیا جائے گا۔"

مروی ہے کہ یہ دعا ابو جہل یا نضر بن حارث نے کی۔ اسی طرح اُحد کے دن عمرو بن عاص نے جو گھوڑے پر سوار تھا۔ یہ دعا مانگی "اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مَا یَقُوْلُ مُحَمَّدٌ حَقًّا فَاخْسِفْ بِیْ وَبِفَرَسِیْ" یعنی اے اللہ! اگر وہ جو حضرت محمدؐ کہتے ہیں حق ہے تو مجھے اور میرے گھوڑے کو زمین میں دھنسا دے۔" یہ ساری دعائیں جہل پر مبنی ہیں۔ اگر ان کافروں کو سمجھ ہوتی تو یوں دعا کرتے "اے اللہ! اگر یہ قرآن یا حضرت محمدؐ آپ کی طرف سے حق پر ہیں تو ہماری ہدایت فرما۔ اور ہمیں آپؐ کی اتباع کرنے کی توفیق دے۔"

بہر کیف انھوں نے جہالت کی وجہ سے جو دعا کی، وہ کی جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینیت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ جب تک آپؐ کا وجودِ رحمت ان میں موجود ہے۔ انھیں عذاب نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں من تبعہ کان لہ رحمۃ فی الدنیا والآخرۃ ومن لم یتبعہ عوفی مما کان یبتلی بہ سائر الامم من الخسف والمسخ والقذف یعنی جس کسی نے آپ کا اتباع کیا، اس کے لیے آپؐ دنیا اور آخرت میں رحمت ہیں اور جس نے آپؐ کا اتباع نہیں کیا وہ بھی کم از کم ان مصیبتوں سے بچ گیا جو گذشتہ قوموں کو ہوتی تھیں۔ یعنی زمین میں دھنسائے جانے سے، صورت بگڑنے سے اور سنگ باری سے۔"

امام ابن قیمؒ نے "جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام" میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اعزاز و اظہارِ تشریف و کرامت میں عذاب عام کے نازل کرنے کا طریقہ جو امم سابقہ کی تباہی کا باعث ہوا ہے یک قلم موقوف کر دیا۔"

ابو طالب کو اگرچہ ایمان نصیب نہ ہوا، پھر بھی اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس غم خواری اور ہمدردی کا اظہار کیا تھا، اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذابِ نار میں تخفیف کر دی ہے، صحیح بخاری کی کتاب الانبیاء کے باب قصۃ ابی طالب میں حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپؐ نے اپنے چچا (ابو طالب) کو کچھ نفع پہنچایا۔ کیونکہ وہ آپؐ کی طرفداری میں مخالفوں پر غیظ و غضب کا اظہار کرتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ھو ضحضاح من النار ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار یعنی وہ صرف ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا (اگر میری رأفت و رحمت نہ ہوتی) تو وہ دوزخ کے نچلے طبقے میں ہوتا۔ یہ صحیح حدیث مسلم میں بھی ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خفیف تر عذاب میں اہل دوزخ میں سے ابوطالب ہے اور اس کو دو نعل پہنائے گئے ہیں جن سے اس کا دماغ پک رہا ہے۔" مولانا بدیع الزمانؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محبت اور رفاقتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار بھی مستفید ہوتے ہیں۔ ابوطالب کے لیے یہ تخفیفِ عذاب فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و برکت سے ہے۔

غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے لیے بھی جذبۂ رأفت و رحمت رکھتے تھے۔ خیبر کی لڑائی کے بعد جب حضرت بلالؓ بن رباح نے چند یہودی عورتوں کو مدینہ لایا، تو انھوں نے وہ راستہ اختیار کیا جہاں یہودیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ ان عورتوں نے جب اپنے اقرباء کی لاشیں دیکھیں تو وہ مارے غم کے چلائیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں یہ ماجرا سُنا تو آپؐ نے حضرت بلالؓ سے کہا اے بلالؓ! تمہارے سینے سے وہ رحمدلی کہاں گئی تھی (یعنی تم نے عورتوں کو اس راستہ سے کیوں مدینہ لایا جہاں ان کے عزیز و اقارب کی لاشیں پڑی تھیں)

(سیرت ابن ہشام)

فتح مکہ کے موقع پر ایک زبردست دشمن صفوان بن امیہ یمن کی طرف بھاگنے لگا، اس کے دوست عمیرؓ بن وہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! صفوان بن امیہ اپنی قوم کا سردار ہے، وہ آپؐ سے بھاگ کر نکل گیا ہے تاکہ سمندر میں کود کر اپنے کو فنا کر ڈالے، اس لیے آپؐ اسے امان دیجیے، آپ نے فرمایا ھُوَ اٰمِنٌ یعنی اسے امان ہے۔ عمیرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! آپؐ مجھے کوئی نشانی دیجیے جس سے معلوم ہو کہ آپؐ نے امان دیدی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وہ عمامہ شریف دیدیا، جسے پہن کر آپؐ مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ صفوان آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ عمیرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے امان دیدی ہے۔ فرمایا انھوں نے سچ کہا ہے۔ صفوان نے کہا، تو اس سلسلے میں آپؐ مجھے دو ماہ کے لئے اختیار دیجیے۔ فرمایا

چار ماہ کا اختیار ہے۔ (سیرالنبی از ابن ہشام)

مسند احمد، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں ہے کہ (حدیبیہ میں) اسی کافر ہتھیاروں سے لیس جبل تنعیم کی طرف سے چپ چپاتے موقعہ پاکر اُتر آئے۔ لیکن حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم غافل نہ تھے۔ آپؐ نے فوراً لوگوں کو آگاہ کر دیا۔ سب گرفتار کر لئے گئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپؐ نے ازراہِ رأفت و رحمت ان کی خطا معاف کردی اور سب کو چھوڑ دیا۔ اسی کا بیان سورہ فتح کے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ

یعنی اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔

حضرت عکرمہؓ کا اظہار

نواب صدیق حسن خانؒ نے لکھا ہے "فتح مکہ کے بعد جب حضرت عکرمہؓ کفر کی حالت میں حبشہ بھاگا اور جب موجوں نے کشتی کو اُگھیرا تو تمام لوگ ایک ہی خدا کو پکارنے لگے۔ حضرت عکرمہؓ نے اپنے ساتھ کہا " اے خدا میں تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس آفت سے بچالیا تو میں سیدھا جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں اپنا ہاتھ دیدوں گا اور فلاَجِدَنّہٗ رءوفاً رّحیماً یعنی میں یقیناً آپؐ کو رؤف و رحیم پاؤں گا"۔

طالب الہاشمی نے "تذکار صحابیاتؓ" میں لکھا ہے کہ حضرت عکرمہؓ کے یہ الفاظ کہنے کے بعد کشتی بھنور سے نکل کر واپس اُسی ساحل پر پہنچی جہاں سے روانہ ہوئی تھی۔ یہاں ساحل پر ان کی اہلیہ امّ حکیمؓ بنتِ حارث پہنچ چکی تھیں، انھوں نے فتح مکہ کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاوند کے لیے امان حاصل کر لیا تھا۔ ساحل پر حضرت ام حکیم نے حضرت عکرمہ کو بتایا "میں ایک ایسے انسان کے پاس سے آرہی ہوں جو سب سے زیادہ نیک اور سب سے زیادہ رحیم و شفیق اور صلہ رحم کرنے والے ہیں، میں نے ان سے تمہارے لیے امان حاصل کر لی ہے۔ حضرت عکرمہؓ آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے"۔

جنگ کے موقع پر بھی دشمنوں کے تئیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت و رحمت

دنیا کی تمام قوموں میں یہ بات مسلمہ ہے کہ جنگ میں ہر قسم کے دشمنوں کو بلا استثنا قتل کرنا مباح ہے۔ آج کل کہا جاتا ہے Everything is fair in was یعنی لڑائی میں سب

کچھ جائز ہے ۔ اسی جذبہ کے تحت گذشتہ دو عظیم جنگوں میں دیکھا گیا ہے کہ مغربیوں نے جو انسانیت دوستی کی سب سے زیادہ ڈینگیں مارتے ہیں۔ شہروں کے شہر مکینوں اور مکانوں سمیت تباہ و برباد کر دیئے اور وہاں کے ہر جاندار کے قتل کو مباح قرار دیا ۔ دوسری جنگ عظیم میں اتحادیوں نے جاپان کے دو شہروں پر ایٹم بم پھینک کر وہاں کی ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیا ۔ فرانسیسیوں نے متعدد بار الجزائر میں شہروں اور دیہات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور ہزاروں کی تعداد میں صحت مندوں بیماروں، بچوں، بوڑھوں مویشیوں اور دیگر جانداروں کو قتل کر دیا ۔ یہی ڈرامہ انگریزوں نے اکثر نوآبادیوں میں کھیلا ۔ اور یہی روش یہودیوں نے مشرق وسطیٰ کے مسلم ممالک کے بارے میں اختیار کی ہے ۔

لیکن حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت و رحمت دیکھئے، آپؐ نے صراحت سے اپنے فداکاروں کو حکم دیا ہے کہ وہ جنگوں میں کمزور طبقوں مثلاً راہبان، خواتین، بوڑھوں، بچوں کو قتل نہ کریں ۔ اسی طرح اُن لوگوں کو بھی قتل کرنے کی مناہی کر دی گئی ہے، جنھیں جبراً جنگ میں شامل کیا گیا ہو مثلاً کسان اور مزدور وغیرہ ۔ دنیا کی جنگی تاریخ میں یہ اسلام کا ایک منفرد حکم ہے ۔ اس قسم کی رحمت و شفقت اور شرفِ انسانیت کا مرقع مخصوص قانون دورِ اسلام سے پہلے یا اس کے بعد آج تک نہیں بنایا گیا ہے ۔ اسلام کا یہ حکم محض ایک حکم ہی نہیں رہا ہے، بلکہ اس کو واقعاتی اور حقیقی سطح پر عملی جامہ پہنایا گیا ہے ۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام کی تمام جنگیں بنی نوع انسان کے ساتھ رأفت و رحمت کے جذبے کے تحت لڑی گئی ہیں ۔ وہ کم از کم نقصان اور زیادہ سے زیادہ بھلائی کی ضامن ہیں اور ان کا مقصد انتہائی شریفانہ اور تعمیری رہا ہے تخریبی نہیں ۔

غیر مسلموں سے جزیہ کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں بھی مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ عذاب دینے کا طریقہ اختیار نہ کریں چنانچہ صحیح مسلم کی کتاب البر والصلۃ والادب میں ہے کہ

حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ شام کے ملک میں کچھ لوگوں پر گذرے جو دھوپ میں کھڑے کیے گئے تھے اور ان کے سروں پر تیل ڈالا گیا تھا۔ حضرت ہشامؓ نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا، سرکاری محصول نہ دینے کے لیے ان کو سزا دی جاتی ہے۔ حضرت ہشامؓ نے کہا: میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُعَذِّبُ الَّذِیْنَ یُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِی الدُّنْیَا یعنی "اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب کرے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب کرتے ہیں"۔ صحیح مسلم کے اسی باب میں ایک اور حدیث میں بتایا گیا ہے کہ ان دنوں وہاں کا حاکم عمیرؓ بن سعد تھا جو والی فلسطین تھا۔ حضرت ہشام بن حکیمؓ اس کے پاس گئے اور یہ حدیث بیان کی۔ اس نے حکم دیا تو وہ لوگ چھوڑ دیئے گئے۔

ایک اور حدیث میں حضرت پیغمبر رأفت و رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب تم میں سے کوئی مسجد یا بازار میں گذرے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہوں تو اسے چاہیئے کہ ان کے کانسے اپنے ہاتھوں میں پکڑ لے۔ تین بار یہی فرمایا (مسلم)

اسی جذبہ رحمت و رأفت کے تحت مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ راہ عام سے تکلیف دہ چیزیں ہٹائیں تاکہ وہاں سے گذرنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ اس بارے میں صحیح مسلم میں ایک علیحدہ باب کا عنوان ہے باب فضل ازالۃ الاذیٰ عن الطّریق یعنی راہ میں سے موذی چیز ہٹانے کا ثواب۔

امتیوں کیلئے سب سے زیادہ مشفق

تواریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ کوئی بھی پیغمبرؑ اپنے امتیوں کے لیے اتنا مشفق نہیں تھا جتنا کہ حضرت رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لیے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اُس قول کی تلاوت فرمائی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے یعنی رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ یعنی "اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ پھر جو شخص میری راہ پر چلے وہ میرا ہے"۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول جو قرآن میں مذکور ہے۔ تلاوت کیا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنی "اگر تو ان کو سزا دے گا، تو یہ تمہارے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو معاف فرما دے گا تو تو غالب حکمت والا ہے"۔

پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا اللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى یعنی "اے اللہ! میری امت۔ میری امت۔ پھر آپؐ روئے"۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریلؑ سے فرمایا۔ اے جبریلؑ! حضرت محمدؐ کے پاس جاؤ اور ان سے گریہ کا سبب پوچھ، تمہارا رب تو خوب واقف ہے۔ چنانچہ جبریلؑ آئے، حضورؐ نے جو کچھ کہا تھا، ان کو بتلایا، اور رب العالمین تو پہلے سے ہی خوب جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے جبریلؑ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ۔ ہم آپؐ کو آپؐ کی امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور آپؐ کو غمگین نہیں کریں گے"۔ یہ بات قابل نوٹ ہے کہ دیگر پیغمبران جہاں نفسی

نفسی کہتے ہوں گے وہاں حضرت رسول رافت ورحمت امتی اُمتی پکارتے ہوں گے۔
بخاری شریف کی کتاب الدعوات میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر پیغمبر نے ایک ایک دعا کی ہے جس کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور میں نے اپنی یہ دعا (جس کا قبول ہونا یقینی ہے) قیامت کے دن تک اپنی امت کی شفاعت کے لیے اٹھا رکھی ہے۔

امت کے تئیں اسی رأفت ورحمت کے پیش نظر آپ دو طاقتور مینڈھے قربانی میں ذبح کرتے تھے، ایک ان امتیوں کی طرف سے جن کو غربت کی وجہ سے قربانی کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی۔ اور دوسرا اپنی اور اپنے آل کی طرف سے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا ہے۔ انا وَلِیُّ من لا ولیَّ لَهُ یعنی میں ہر اس شخص کا سرپرست ہوں جس کا کوئی سرپرست نہیں۔ (تفہیم القرآن)

امت کے تئیں حضرت نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی وغم گساری کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے جو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انسؓ کی روایت سے لائی ہے، وہ کہتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قضی لاحد من امتی حاجة یرید ان یّسرّبها فقد سرّنی ومن سرّنی فقد سرّ اللہ ومن سرّ اللہ ادخله اللہُ الجنةَ یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری امت میں سے کسی شخص کی حاجت پوری کرے اور اس سے اس کا منشا اُسے خوش کرنا ہو، اس نے مجھے خوش کیا، اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس کسی نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا، اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔"

(کلامِ نبوت از محمد فاروق خاں جلد ۲ ص ۳۵۹)

بیہقی نے ہی حضرت انسؓ کی روایت سے ایک اور حدیث یوں لائی ہے مَنْ أغاث ملهوفا کتب اللہ له ثلاثا وسبعین مغفرة واحدة فیها صلاح امرکلّه وثنتان

وسبعون لہ درجات یوم القیٰمۃ یعنی "جس کسی نے کسی غمزدہ مظلوم و مضطر کی فریاد رسی کی خدا تعالیٰ اس کے لیے تہتر مغفرت لازم کر دیتا ہے ان میں سے ایک ہی سے اس کے کام اور معاملہ کی درستی ہو جاتی ہے۔ باقی بہتر مغفرتیں قیامت کے دن اس کے درجات کی بلندی کا سبب ہونگیں۔"

یہ احادیث بتاتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں امتیوں کا کتنا درد تھا، لوگوں کا غم آپؐ کو غمگین کر دیتا تھا اور لوگوں کی خوشیوں سے آپؐ کو خوشی اور مسرت ہوتی تھی۔

مسلمانوں کے لیے ہمہ گیر رحمت

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنَّمَا انا بشر فَاَیُّمَا رجل من المسلمین سَبَبْتُہٗ اولَعَنْتُہٗ او جَلَدْتُہٗ فَاجْعَلْھَا لَہٗ زَکٰوۃً وَّرَحْمَۃً یعنی "اے اللہ میں بشر ہوں پس جس مسلمان کو میں (بشریت کی وجہ سے) برا کہوں یا پھٹکار کروں یا اُسے ماروں، تو اے اللہ اس کا تزکیہ فرما اور اس پر رحمت فرما۔

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں آپؐ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ فَاَیُّمَا عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ سَبَبْتُہٗ فَاجْعَلْ ذٰلِکَ لَہٗ قُرْبَۃً اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یعنی اے اللہ! میں جس بندۂ مومن کو بُرا کہوں تو قیامت کے روز تُو اسے اس کے لیے اپنی قربت کا ذریعہ بنا، صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے "اے اللہ! تو اس کے لیے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے۔

(کلام نبوت از محمد فاروق خاں جلد ۲ صـ ۶۲۲)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہاں رہتے تھے کہ آپؐ کے امتیوں کو ہرگز کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اس کی شہادت قرآن کریم کے ان الفاظ سے ملتی ہے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شاق گذرتا ہے کہ آپؐ کے امتیوں کو تکلیف پہنچے۔

رأفت و رحمت کے اسی جذبے کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارش کے وقت مؤذن کو پکار کر یہ کہنے کی ہدایت فرماتے تھے کہ لوگ گھروں میں نماز پڑھیں۔ صحیح مسلم کی کتاب المساجد کے باب "الصَّلٰوۃ فی الرِّحَالِ فِی الْمَطَرِ" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْمُرُ الْمُؤَذِّنُ اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃٌ بَارِدَۃٌ ذَاتَ مَطَرٍ یَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ۔

یعنی حضرت نبی رأفت و رحمت مؤذن کو حکم دیا کرتے تھے کہ جب رات سردی اور بارش کی ہو تو اذان کے بعد پکار کر کہہ دیا کرو "لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو"۔

اسی باب کے تحت ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباسؓ نے اپنے مؤذن سے کہا جس دن بارش ہو رہی ہو تو جب تم شہادتیں کہہ چکو تو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ لوگوں کو یہ بات نئی معلوم ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا "تم کو اس سے تعجب ہوا، یہ تو اس نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) جمعہ اگرچہ واجب ہے، مگر مجھے برا لگا کہ میں تمہیں کیچڑ اور پھسلن میں چلنے کی تکلیف دوں"۔

اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کی ادائیگی میں بھی امت کی راحت کا خیال رکھا ہے۔ چنانچہ احادیثِ صحیحہ کے مطابق آپؐ نے امام کو تاکیدی ہدایت کی ہے۔ کہ وہ نماز میں لمبی قرأت نہ کرے۔ کیونکہ اس کے پیچھے بیمار، ضعیف اور حاجت والے بھی ہوتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ بلکہ آپؐ نے امت کی سہولت کے لیے کبھی کبھی جمع بین الصلوٰتین یعنی دو

نمازیں اکٹھے پڑھنے کی اجازت بھی دی ہے۔ اس بارے میں صحیح مسلم کی کتاب المساجد میں متعدد حدیثیں وارد ہوئی ہیں، جن میں صراحت سے کہا گیا ہے کہ یہ اجازت بغیر خوف اور بغیر سفر کی حالت کے لیے ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے جب پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا تو انھوں نے فرمایا اَرَادَ اَنْ لَّا یُحْرِجَ اَحَدًا مِّنْ اُمَّتِہٖ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ آپؐ کی امت میں سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔

مولانا وحید الزماںؒ نے ان احادیث کی شرح میں اس بارے میں تمام تاویلات کو مسترد کر دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی لکھا ہے کہ جیسے یہ آسانی ان روایتوں سے ثابت ہوئی، ویسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت بھی اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ آپؐ پانچوں نمازوں کو ہمیشہ اپنے وقت پر ادا کرتے تھے۔ اور جمع کی عادت نہ رکھتے تھے۔ پس متبع سنت کو دونوں باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے وقت بھی مقتدیوں کی سہولیت کا خیال رکھتے تھے۔ اس لیے کہ آپؐ امتیوں کے لیے رأفت و رحمت کا بھرپور جذبہ رکھتے تھے، نماز کے دوران میں اگر آپ کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے، تو آپؐ قرأت، مختصر فرماتے، تاکہ بچے کی ماں کو تکلیف نہ پہنچے، چنانچہ بخاری شریف کی کتاب الاذان میں حضرت انسؓ بن مالک کی روایت سے ایک حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنِّیْ لادخل فی الصّلٰوۃ وانا ارید اطالتھا فاسمع بُکَآءَ الصَّبِیِّ فاتجوّز فی صلاتی ممّا اعلم من شدّۃِ وَجْدِ اُمِّہٖ مِنْ بُکَآئِہٖ یعنی "میں نماز شروع کر دیتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھوں، پھر میں بچے کا رونا سنتا ہوں تو اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ ماں کے دل پر بچے کے رونے سے کیسے چوٹ پڑتی ہے"۔

بخاری شریف کی اسی کتاب یعنی کتاب الاذان میں ہی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں

حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اماموں کو واضح ہدایت کی ہے کہ وہ نمازوں میں مختصر قرأت کریں۔ تاکہ مقتدیوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے عشاء کی نماز میں اور حضرت ابی بن کعبؓ نے صبح کی نماز میں قرأت طویل کی تھی۔ یہ شکایت ملنے پر آپؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور ہدایت فرمائی کہ امام نمازوں میں ہلکی قرأت کریں۔

بے نظیر خیر خواہ

بخاری شریف کی کتاب التفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر رأفت و رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میں ہر ایمان والے کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں اس دنیا میں اور آخرت میں۔ اگر تم چاہو تو (قرآن کریم کی) اس آیت کو پڑھو اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (احزاب) "یعنی نبیؐ مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں"۔ پھر آپؐ نے فرمایا جس کسی مومن نے مال چھوڑا ہے تو اس کے وارث اس کے رشتہ دار ہوں گے، اور اگر کسی کا قرض اُس کے اوپر آتا ہے تو وہ میرے پاس آئے، میں اس کا قرض ادا کروں گا"۔ یہ حدیث بخاری شریف کی کتاب الفرائض میں بھی ہے۔

ابوداؤد میں حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ "حضرت پیغمبر مشفق صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں قافلے کے پیچھے رہتے، کمزوروں کو چلاتے اور انھیں اپنی سواری پر پیچھے بٹھا لیتے اور ان کے لیے دعا فرماتے"۔

جہاں تک خطرات کا تعلق ہے، بخاری شریف میں حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں:

بخدا جب لڑائی ہوتی۔ ہم آپؐ کے ذریعے اپنا بچاؤ کرتے۔ اور ہم میں سب سے زیادہ بہادر وہ سمجھا جاتا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا"۔

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ "اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں۔ جتنا ہم اپنے اُوپر مہربان ہو سکتے ہیں۔" (مشکوٰۃ)

یہ بھی مروی ہے کہ قیامت کے دن جہنم پر پل صراط نصب ہو گی، لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق اس پر سے گذریں گے (مسلمانوں کے بارے میں) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر کھڑے دعا فرما رہے ہوں گے۔ "اے رب! انھیں سلامت رکھ۔"

فتح البیان میں سورۂ احزاب کی اوپر کی آیت کی تفسیر میں لکھا گیا ہے کہ "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے حق میں زیادہ شفیق از حد مہربان اور نہایت ہی نافع ہیں۔ آپؐ تمام دینی اور دنیاوی امور میں ان پر زیادہ مہربان اور شفیق ہیں، کیونکہ ان کے نفس تو ان کو اُس چیز کی طرف بلاتے ہیں جس میں ان کی ہلاکت ہے۔ اور آپؐ ان کو ایسی چیز کی طرف بلاتے ہیں، جس میں ان کی نجات ہے۔"

جذبۂ رحمت ورأفت کے تحت ہی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صوم وصال سے منع فرمایا ہے، صوم وصال روزہ پر روزہ رکھنا ہے، جس کے بیچ میں افطار نہ ہو، اس بارے میں صحیح مسلم کی کتاب الصوم میں متعدد حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث کی روایت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کی ہے وہ فرماتی ہیں: نَهٰى هُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صومِ وصال سے منع فرمایا، ان کے تئیں رحمت کے پیش نظر۔ پھر ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ لوگوں نے عرض کی کہ آپؐ تو وصال فرماتے ہیں، حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تمہاری طرح کا نہیں ہوں۔ مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔"

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں جس کی روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰهُمَّ مَنْ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ كَمَا شَقَّ عَلَيْهِ "یعنی اے اللہ جو شخص میری امت پر حاکم بنایا جائے

اور وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی فرما دینا۔

صحیح مسلم کی کتاب الجہاد کے باب "فضيلة الامير العادل و عقوبة الجائر" یعنی حاکم عادل کی فضیلت اور حاکم ظالم کی برائی "میں حدیث مبارک کے الفاظ یوں ہیں۔

اللّٰهُمَّ مَنْ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَّلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهٖ

یعنی اے اللہ جو کوئی میری امت کا حاکم ہو۔ پھر وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی کر۔ اور جو کوئی میری امت کا حاکم ہو اور وہ ان پر نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کر۔

یہ حدیث قیامت تک آنیوالے مسلمانوں کے بارے میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت و رحمت کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔

مرض الموت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یامعشر المسلمین اَنْتُمْ فِيْ وِدَاعِ اللّٰهِ وَكَنَفِهٖ وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عليكم بِتَقْوَى اللّٰهِ وَحِفْظِ طاعته فَاِنِّيْ مُفَارِقُ الدُّنْيَا۔

یعنی اے مسلمانو! میں تمہیں خدا کی پناہ میں دے رہا ہوں، میں اپنے اللہ کو تم پر اپنا خلیفہ کر چکا ہوں۔ اسے سے ڈرتے رہنا اور اس کی فرماں برداری کرتے رہنا۔ اب میں دنیا سے جدا ہونے والا ہوں (جمالِ مصطفٰے از حکیم صادق سیالکوٹی ص ۵۰۳)

سرتاپا رأفت ورحمت

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کے لیے سرتاپا رحمت تھے۔ بخاری ومسلم کے مطابق آپؐ نے فرمایا لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ یعنی اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم نہیں کرتا جو عام لوگوں پر رحم نہ کرتا ہو۔ ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رؤف ورحیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الراحمون یرحمھم الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ "یعنی جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتا ہے، تم زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو تو آسمان کے اوپر رہنے والا خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔" مسند احمد اور ترمذی کی حدیث کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحمت ورحم صرف شقی کے دل سے نکال دیا جاتا ہے۔

حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بھی تاکید کی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے مہربان، ہمدرد اور غمخوار بنیں۔ بخاری شریف کی کتاب الادب میں حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اذا اشْتَكٰى عُضْوًا تداعى لَهٗ سَائِرُ جَسَدِهٖ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى یعنی تم ایک دوسرے پر مہربانی کرنے اور دوستی اور شفقت میں مومنوں کو جسم واحد کی طرح دیکھو گے کہ جب جسم کے ایک حصے کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے قراری اور بخار میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

مجسمۂ رحمت ورأفت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا، بخار اور زمانہ کو برا بھلا کہنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد، بخاری ومسلم)

نسائی اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی شخص کو سوراخ میں پیشاب نہیں کرنا چاہیئے" تاکہ زمین میں رہنے والی مخلوق کو اذیت نہ پہنچے۔ اس میں انسانوں کی بھلائی بھی ہے۔ کیونکہ اگر سوراخ میں کوئی موذی جانور ہو تو وہ نکل کر پیشاب کرنے والے کو ڈنک مار دے گا۔

اسی طرح آپؐ نے لوگوں کے عام راستہ میں اور سایہ دار مقام کے نیچے قضائے حاجت کرنے سے ممانعت کی ہے۔ (مسلم) پھل والے درختوں کے نیچے بھی قضائے حاجت کی مناہی کردی گئی ہے۔ (طبرانی) یہ ممانعت رأفت ورحمت کے جذبے کے تحت ہی کردی گئی ہے تاکہ راستے میں چلنے والوں اور سایہ دار جگہوں پر بیٹھنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے۔

رحمتِ عام

بخاری ومسلم میں ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میری اس دعوت وہدایت جس کے ساتھ مجھے دنیا میں بھیجا گیا ہے، کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی جب اس کی روشنی گرد وپیش میں پھیلی تو وہ پروانے اور کیڑے جو آگ پر گرا کرتے ہیں ہر طرف سے اُمنڈ کر اس میں کودنے لگے۔ اسی طرح سے تم آگ میں گرنا اور کودنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تم کو اس سے بچاتا اور علیحدہ کرتا ہوں۔"

نسائی کی کتاب الطہارۃ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک گنوار نے مسجد کے اندر پیشاب کیا، لوگ اس کی طرف جھپٹے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو چھوڑ دو، اور اس کا پیشاب مت بند کرو، جب وہ پیشاب کر چکا تو آپؐ نے پانی کا ایک ڈول منگوایا اور اس پر بہا دیا۔" یہ حدیث مختلف الفاظ سے بخاری شریف کی کتاب الوضوء اور کتاب الآداب میں بھی ہے۔

کتاب الآداب میں یہ الفاظ مبارک بھی منقول ہوئے ہیں فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ یعنی تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، سختی کرنے والے نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت و رحمت دیکھئے کہ اس گنوار کو پورا پیشاب کرنے دیا۔ اگر اسے پورا پیشاب کرنے نہ دیا جاتا، تو ممکن ہے کہ وہ کسی بیماری کا شکار ہو جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے کہا کہ وہ اس گنوار کو نہ ماریں یا پورا پیشاب کرنے سے نہ روکیں، اس میں کئی مصلحتیں ہیں۔ اول یہ کہ اگر اس کو پیٹا یا ہٹایا جاتا تو وہ پیشاب کرتا ہوا جاتا اور ساری مسجد ناپاک ہو جاتی اور لوگوں پر بھی پیشاب پڑتا۔ دوم یہ کہ اگر وہ دفعتاً پیشاب کو روکتا۔ تو اُسے کوئی بیماری لگ جانے کا احتمال تھا۔ میڈیکل سائنس کے ماہرین اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ پیشاب کا بغیر رکاوٹ کے جاری رہنا ازبس ضروری ہے، کیونکہ پیشاب کے ذریعے ہی زہریلا مادّہ uric acid خارج ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ اگر گنوار کو پورا پیشاب کرنے نہیں دیا جاتا، اور اسے ڈانٹ ڈپٹ کر ہٹایا جاتا تو وہ گھبرا جاتا اور مسلمانوں کو بد خلق سمجھتا اور ممکن ہے کہ وہ اسلام سے ہی پھر جاتا۔ چہارم یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پورا پیشاب کرنے کے بعد اس کو یہ جو نصیحت کی یعنی یہ کہ مسجدیں اسی کام کے لیے نہیں بنی ہیں۔ وہ نصیحت اس تک نہیں پہنچتی۔ اور پنجم یہ کہ امت کے لیے یہ تعلیم مہیا نہ ہوتی کہ اگر وہ کوئی خلاف شرع کام دیکھیں تو پہلے نرمی سے منع کریں۔ سختی اور درشتی سے کام نہ لیں۔

انسان کا پیشاب نجس ہے اور اسے شدید ضرورت کے وقت بھی پیا نہیں جا سکتا، اس کا اظہار امام زہریؒ نے کیا ہے۔ حوالہ کے لیے صحیح البخاری کی کتابُ الاشربہ کا باب شراب الحلواء والعسل دیکھئے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں جس کی روایت اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے، حضرت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاخانہ اور پیشاب کو اَلْخَبِيْثَانِ فرمایا ہے۔

انسان کا پیشاب پینے سے پینے والے کے پیٹ میں کافی مقدار میں تیزابی مواد پہنچتا ہے۔

اور نتیجہ کے طور پر مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لیے اسلام نے انسان کا پیشاب پینے سے منع کیا ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں انسانی ہمدردی اور بہی خواہی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، اسی لیے آپؐ کی خواہش تھی کہ انسان بالخصوص مسلمان کو کسی بھی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ نہ دنیا میں نہ عقبیٰ میں، آپؐ کی تعلیم مبارک کا محور انسانی فلاح و بہبود تھا۔ آپؐ ہی نے انسانوں کو مہد سے لیکر لحد تک کے ہر معاملے میں ہر لحاظ سے فائدہ مند تعلیم دی۔ صحیح بخاری کی کتاب الاشربہ میں آپؐ نے فرمایا "جب رات کی تاریکی آجائے اور تمہارے سامنے شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو باہر نکلنے سے روکو۔ اس لیے کہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں جب رات کی ایک گھڑی گذر جائے تو ان کو چھوڑ دو اور اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر دو، کیونکہ شیطان بند کیے ہوئے دروازے نہیں کھولتا ہے اور اپنے مشک کے منہ بسم اللہ پڑھ کر بند کر لیا کرو، اور اللہ کا نام لے کر برتن ڈھانک دیا کرو، اگرچہ عرض میں ہی کوئی چیز کیوں نہ ہو اور اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو (تاکہ کہیں رات کو آگ نہ لگ جائے)۔

بخاری شریف ہی کی ایک اور حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کا منھ کھول کر اس سے پانی پینے سے منع فرمایا تاکہ مشک میں سے کوئی موذی چیز انسان کے پیٹ میں نہ چلی جائے۔

ان احادیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھرپور رافت و رحمت کا اظہار ہوتا ہے۔

پرایوں کے تئیں رأفت و رحمت

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک شاخ کا ایک شخص اراشی یا اراشہ مکہ آیا، اس نے ابو جہل کو چند اونٹ فروخت کئے، لیکن وہ ان کی قیمت ادا کرنے کی مدت بڑھاتا رہا۔ اراشی نے مسجد الحرام میں کہا " اے گروہ قریش! ابو الحکم بن ہشام (ابو جہل) کے خلاف کوئی میری مدد کرے، اس نے میرا حق دبا یا ہے، میں ایک مسافر ہوں " اس مجلس والوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اشارہ کر کے کہا۔ تو اس شخص کے پاس جا۔ وہ تیری دادرسی کرے گا۔ ان لوگوں کی غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی اڑانا تھی، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ اور ابو جہل میں سخت عداوت ہے۔ اراشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور دادرسی کے لیے درخواست کی آپؐ نے فرمایا اِنطَلِقْ اِلَیہِ یعنی چل اس کے پاس چلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا، اس نے پوچھا، کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا مُحَمَّدٌ فَاخْرُجْ اِلَیَّ یعنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں، باہر آ۔ ابو جہل باہر نکلا، اس کی حالت یہ تھی کہ چہرے میں خون کا ایک قطرہ تک نہ تھا، رنگ سیاہ ہو گیا تھا، آپؐ نے فرمایا اس شخص کو اپنا حق دیدے، ابو جہل نے کہا، بہت اچھا۔ آپؐ یہاں سے نہ جائیے حتیٰ کہ میں اس کا حق اُسے دیدوں۔ غرض ابو جہل اندر گیا اور اس کا حق لے کر اُسے دے دیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اراشی سے فرمایا اَلْحَقْ بِشَأنِكَ یعنی جا اپنا کام کر۔ کفار قریش نے ایک شخص کو حالات کی خبر دینے کے لیے ابو جہل کے گھر کی طرف روانہ کیا تھا۔ اس نے آکر کفار کو خبر دی۔ اسی دوران ابو جہل بھی آیا اس نے کہا۔

" کم بختو! واللہ وہاں کا واقعہ تو یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا، اور میں نے آپؐ کی آواز سنی، تو رعب سے میری حالت ایک پُتلے کی سی ہو گئی۔ میں آپؐ کی

جانب چلا تو دیکھا کہ آپؐ کے سر کے اُوپر ایک نر اُونٹ کھڑا ہے، میں نے ایسا سر، ایسے کندھے اور ایسے دانت کبھی کسی اونٹ کے نہیں دیکھے۔ واللہ اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے کھا جاتا۔"

فرشتوں کے لیے

فرشتوں کو یہ فیض ملا کہ انھیں بھی حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس درود پڑھتا ہے۔" اس طرح فرشتوں کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا فیضان حاصل ہوتا ہے۔

جنّوں کے لیے فیض

حضرت نبیٔ ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اس لیے انسانوں کی طرح جنّوں کا بھی آپؐ کی رأفت ورحمت سے فیضیاب ہونا لازمی تھا جنّوں نے آپؐ کی زبانِ مبارک سے تلاوتِ قرآن سُنی۔ اور وہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صحیح مسلم کے مطابق جزیرے کے جنّوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ میں توشے کا سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہر ہڈی جس پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا گیا ہو۔ (یعنی ہر حلال جانور کی ہڈی جس کے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو) وہ تمہارے ہاتھوں میں اس حال میں پڑیگی کہ اس کا گوشت وافر اور کثیر ہوگا یعنی وہ تم کو پُر گوشت ملے گی اور ہر مینگنی یا روثہ چارہ (گوبر وغیرہ) سے استنجا مت کرو۔ کیونکہ وہ جنوں کا زاد (خوراک) ہے۔

اموات کیلئے رأفت و رحمت

ابوداؤد میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا مَاتَ صَاحِبُکُمْ فَدَعُوْهُ وَلَا تَقَعُوْا فِيْهِ یعنی جب تمہارا رفیق مر جائے تو اسے چھوڑ دو اور اس کا عیب بیان نہ کرو۔

ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کی خوبیوں کا ذکر کرو اور ان کی برائیاں بیان کرنے سے بچو۔

اسلام سے پہلے جاہلیت میں لوگ مُردوں کو بھی گالیاں دیتے تھے، کچھ لوگ اُن کے کفن تک چُرا لے جاتے تھے۔ حضرت پیغمبر مشفق صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی مُردوں کو اپنا فیض پہنچایا۔ چنانچہ بخاری، مسند احمد اور نسائی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت رؤف و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا یعنی مردوں کو گالیاں نہ دو وہ پا چکے جو کچھ وہ بھیج چکے تھے۔

مسند احمد اور نسائی کی ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَسُبُّوْا اَمْوَاتَنَا فَتُؤْذُوْا اَحْيَاءَنَا (نیل الاوطار) یعنی مردوں کو گالیاں نہ دو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے زندوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

ابوداؤد کی کتاب الجنائز میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهٖ حَيًّا یعنی (قبر کھودتے وقت) مُردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی توڑنا ہے۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے۔

پھر موطا امام مالک رح کی کتاب الجنائز میں حضرت عمرۃ بنت عبدالرحمن رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے کہ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُخْتَفِیَ وَالْمُخْتَفِیَۃَ یَعْنِیْ نَبَّاشَ الْقُبُوْرِ۔

حضرت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس مرد اور اس عورت پر لعنت کی جو مردوں کے کفن چرائے۔ عرب کے لوگ جہالت کے سمندر اس قدر ڈوب گئے تھے کہ وہ جنگوں میں عورتوں، بچوں اور بیماروں کو بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ مقتولوں کا مثلہ بھی کرتے تھے، یعنی ان کے بدن کے ٹکڑے کاٹ لیتے تھے۔ حضرت پیغمبر مشفق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یک لخت خاتمہ کر دیا۔ آپؐ نے مثلہ کرنے، عورتوں، بچوں اور مزدوروں (Non Combatants) کو مارنے سے سخت ممانعت فرمائی۔

نسائی میں ہے کہ حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا "جب تک میں تم میں موجود ہوں، ہر میت کی مجھے خبر دے دو تاکہ میں اس کے جنازے کی نماز پڑھوں۔ میری نماز ان کے لیے رحمت ہے"۔

مشکوٰۃ المصابیح کی کتاب الجہاد میں ہے، امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت ابن عائذؓ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازہ کے ہمراہ تشریف لے گئے، جب جنازہ کو رکھا گیا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ اس کے لیے نماز نہ پڑھئے، کیونکہ یہ شخص فاجر تھا (غالباً حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا کہ کوئی اور شخص اس کی نماز جنازہ پڑھے) حضرت رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (سن کر) لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا "کیا تم میں سے کسی نے اس شخص کو اسلام کا کوئی کام کرتے دیکھا ہے؟" ایک شخص نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہؐ! حَرَسَ لَیْلَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یعنی اس نے ایک رات خدا کی راہ میں پہرہ دیا (یہ سن کر) حضرت رؤف ورحیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی اور اپنے دستِ مبارک سے مٹی ڈالی۔ پھر فرمایا اَصْحَابُکَ یَظُنُّوْنَ

اَنَّكَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ وَاَنَا اَشْھَدُ اَنَّكَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّةِ یعنی تمہارے ساتھی خیال کرتے ہیں کہ تو دوزخیوں میں سے ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا یا عُمَرُ اِنَّكَ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْئَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ ۔ یعنی "اے عمرؓ! تجھ سے لوگوں کے اعمال کا سوال نہ کیا جائے گا بلکہ تو دین اسلام کے بابت پوچھا جائے گا۔"

اس حدیث مبارک سے ظاہر ہوا کہ صرف کھڑے رہ کر پہرہ دینا بھی نمازیوں کی طرح جنت کا حقدار بنتا ہے۔ برطانوی مفکر اور شاعر جان ملٹن نے غالباً یہی روایت دیکھ کر یا سن کر کہا۔

They also serve who only stand and wait.

چوپایوں کے لیے رحمت

سنن ابو داؤد وغیرہ کی کچھ احادیث میں بصراحت بتایا گیا ہے کہ حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہائم کے بارے میں بھی بہت رحیم تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ایک شخص راہ میں جا رہا تھا، اس کو بہت پیاس لگی، ایک کنواں دیکھا، اس میں اتر کر پانی پیا، جب کنوئیں سے نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے دل میں کہا، اس کتے کا بھی پیاس کے مارے وہی حال ہوگا جو میرا تھا، پھر وہ کنوئیں میں اتر کر اپنے موزے میں پانی بھرا اور اس کو منہ میں داب کر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ جل جلالہٗ اس سے خوش ہو گیا اور اس کو بخش دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا، "یا رسول اللہؐ کیا ہم کو جانوروں کے پانی پلانے میں بھی ثواب ہے، آپؐ نے فرمایا

ہر جاندار جگر کے ساتھ نیکی کرنے میں ثواب ہے" (بخاری و مسلم)

حضرت رؤف و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے، پس جب تم (لڑائی میں کسی کو) قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو (مثلہ نہ کرو) اور جب تم (حلال جانور کو) ذبح کرو تو اچھی طرح سے ذبح کرو، مناسب ہے کہ تم اپنی چھری کو تیز کرو تاکہ تم اپنے ذبیحہ کو آرام دو" (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت و رحمت کا سمندر جوش مار رہا تھا، آپؐ نے جانوروں کو لڑائی کے لیے بھڑکانے کی ممانعت کردی۔ (ابوداؤد، ترمذی) آپؐ نے گدھے کے منھ پر گودنے والے پر لعنت کی ہے (مسلم) آپؐ نے چوپایوں کی پشتوں کو منبر بنانے سے منع فرمایا ہے ____ (مسند احمد) آپؐ نے مرغ کو گالی دینے سے منع کیا ہے، آپؐ نے جانوروں کو مُثلہ کرنے والے پر لعنت کی ہے (بخاری) سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے اور وہ بکری کا کان پکڑ کر اُسے کھینچ رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا، اس کا کان چھوڑ دو، اور اس کی گردن پکڑ لو" ابن ماجہ کی ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری تیز کرنے کا حکم دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ جانور سے چھپا کر چھری کو تیز کرو۔ اور جب ذبح کا وقت ہو تو بہت جلدی سے ذبح کیا جائے" دودھ والی بکری ذبح نہ کی جائے (ابن ماجہ)

بخاری شریف کی کتاب الانبیاء میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے ایک حدیث میں پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک عورت پر اس لیے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلّی کو قید کر رکھا تھا یہاں تک کہ وہ مرگئی، اس بنا پر وہ عورت آگ میں داخل ہوگئی، وہ نہ خود بلّی کو کھانے پینے کے لیے دیتی تھی اور نہ اسے چھوڑ دیتی تھی، تاکہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی" یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے۔

مسند احمد اور طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ذبح کی

غرض سے ایک بکری کو پہلو کے بل لٹا رکھا تھا اور اپنی چھری تیز کر رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا "کیا تم بکری کو دو موت مارنا چاہتے ہو، تم نے اس کو پہلو کے بل لٹانے سے پہلے چھری کیوں تیز نہ کر لی۔"

عربوں میں جانوروں اور انسانوں کے متعلق بہت رذیل عادات اور انسانیت سوز حرکات پائی جاتی تھیں، مثلاً وہ لوگ زندہ حیوانات کے بدن سے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر بھون لیا کرتے تھے اور ان کو کھاتے تھے، کچھ لوگ جانوروں کو باندھ کر انھیں تیروں کا نشانہ بناتے تھے۔ حضرت رؤف و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بے رحمانہ حرکات کا ہمیشہ کے لیے قلع قمع کر دیا، آپؐ نے ان لوگوں پر لعنت کی جو بے بس جانوروں کو تختۂ مشق بناتے ہوں۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ان کا گذر قریش کے چند جوانوں پر ہوا جنھوں نے ایک پرندہ کو تختۂ مشق بنانے کے لئے لٹکا رکھا تھا اور وہ اس پر تیر مار رہے تھے، اور پرندہ کے مالک سے یہ شرط کر لی تھی کہ جو تیر خطا جائے، وہ تمہارا ہے، جب انھوں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تو وہ منتفرق ہو گئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا، یہ کام کس نے کیا ہے، جس شخص نے ایسا کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ بیشک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو کسی جاندار کو تختۂ مشق بنائے۔

اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو کسی انسان کے منھ پر داغ لگائے یا کسی جانور کے منھ کو داغے (اعلام الموقعین از علامہ ابن قیمؒ)

مؤطا امام مالکؒ کی کتاب الجہاد میں حضرت یحییٰ بن سعیدؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھوڑے کا منھ چادر سے پونچھتے دیکھا۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا اِنِّیْ عُوْتِبْتُ اللَّیْلَۃَ فِی الْخَیْلِ یعنی رات کو مجھ پر عتاب ہوا گھوڑے کی خبر نہ لینے پر۔

اس حدیث شریف سے خود بخود ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے زبان چوپایوں کے ساتھ بھی کس قدر رحمت و رأفت تھی۔

دار قطنی اور طبرانی نے اپنی معجم میں حضرت انس رض سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک قوم کے پاس سے ہوا جس نے ایک ہرنی کا شکار کر کے اس کو خیمہ کے ستون سے باندھ رکھا تھا۔ اس ہرنی نے کہا "یا رسول اللہ ص! میں نے دو بچوں کو جنم دیا ہے۔ آپ ان لوگوں سے میرے لئے اس بات کی اجازت لے لیں کہ میں ان بچوں کو دودھ پلا کر ان کے پاس واپس آجاؤں" پس حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو تاکہ یہ اپنے بچوں کے پاس جائے اور انھیں دودھ پلا کر تمہارے پاس آجائے۔ ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ص! ہمارے پاس اس کا ضامن کون ہوگا۔ حضور ص نے ارشاد فرمایا، میں اس کا ضامن ہوں۔ ان لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر ان کے پاس لوٹ آئی۔ انھوں نے اس کو دوبارہ باندھ دیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم لوگ اس ہرنی کو میرے ہاتھ فروخت کر سکتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا، حضور ص! ہم یہ آپ کو دیتے ہیں لے لیجیے۔ یہ کہہ کر انھوں نے رسّی کھول دی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد فرما دیا۔ تو میں نے (راوی نے) اس کو جنگل میں تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا وہ کہہ رہی تھی۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) (حیوٰۃ الحیوان، از علامہ کمال الدین دمیری رح جلد ۳ صـ ۱۳۰)

طبرانی نے حضرت امّ سلمہ رض سے بھی لگ بھگ ایسی ہی روایت کی ہے۔ صالح شافعی رح نے اس کے متعلق اپنے قصیدے میں کچھ اشعار کہے ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور چپکے سے ایک بات مجھ سے کہی جو میں کسی شخص پر ظاہر نہیں کروں گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رفع حاجت کے لئے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پردہ کی جگہ پسند تھی۔ وہ باغ ہوں یا کھجور کے درخت ہوں۔ چنانچہ آپ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے اور دفعتاً ایک اونٹ آپ کے سامنے آیا، جب اس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ایک آواز نکالی اور اس کی دونوں آنکھوں سے پانی جاری ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے اس کے سر اور کنپٹی پر دستِ مبارک پھیرا وہ خاموش ہوگیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ یہ اونٹ کس کا ہے۔ ایک انصاری نوجوان آگے آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا ہے۔ آپ نے فرمایا اس جانور پر جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ملکیت میں دے رکھا ہے، تم کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں آتا۔ اس اونٹ نے مجھ سے اس بات کی شکایت کی ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے اور اس کو مار مار کے گھلائے دیتا ہے۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں بھی حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونٹ کی یہ شکایت کرنے کا ذکر آیا ہے کہ اس سے کام بہت لیا جاتا ہے اور اسے چارہ کم دیا جاتا ہے۔ (ترجمان السنہ از مولانا محمد بدر عالم۔ جلد ۴ صفحہ ۲۴۱)

پرندوں کے لیے رحمت

ابوداؤد میں حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم نے ایک چڑیا دیکھی، اس کے دو بچے تھے، ہم نے بچوں کو پکڑ لیا، وہ چڑیا آکر زمین پر پر بچھانے لگی، اتنے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا اِلَيْهَا یعنی کس نے اس چڑیا کو اس کا بچہ لے کر بے قرار کیا اس کو اس کا بچہ واپس دیدو۔

ابوداؤد کی ایک حدیث میں حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ابدی حکم دیا ہے۔ اَقِرُّوا الطَّيْرَ عَلٰى مُكُنَاتِهَا یعنی پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں بیٹھے رہنے دو۔

طبرانی نے اوسط میں لکھا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع کا واقعہ ہے کہ ایک صحابیؓ کسی پرندے کے بچے کو پکڑ کر اپنی چادر کے پلے میں باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، ان بچوں کے ماں باپ اس کے سر پر منڈلا رہے تھے اور بار بار بے صبری کے ساتھ آکر اس کے ہاتھ پر بیٹھ جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو خطبہ دیا، حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم ان پرندوں کی اپنے بچوں کی محبت پر تعجب کرتے ہو؟ اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے جتنے یہ پرندے اپنے بچوں پر ہیں۔" ایسی ہی حدیث ابوداؤد میں بھی ہے۔

ان احادیث سے جانوروں کے تئیں بھی حضرت رؤف ورحیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت ورحمت کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے ۔

جانوروں اور حیوانوں کے لیے رحمت

حضرت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کوئی بھی انسان جو کسی چڑیا یا اس سے بھی چھوٹے جانور کو بغیر حق کے مارے تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ضرور اس سے پوچھے گا ۔

(النسائی)

طبرانی کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جو کوئی کسی چڑیا پر رحم کرکے اس کو جان سے نہ مارے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر رحم کرے گا

ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث کے مطابق حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگلی جانوروں کی کھالیں استعمال کرنے سے ممانعت فرمائی ہے

نوٹ :۔ یہ اُن حرام جانوروں کے بارے میں ہے جن کی کھالوں کی تجارت کرنے کی غرض سے اندھادھند ان کا شکار کیا جاتا ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگلی جانوروں کی کھالوں کو بطور فرش استعمال کرنے کی مناہی فرمائی ہے ۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، ریشم یا چیتے کی کھال سے بنی ہوئی زینوں پر نہ چڑھو ۔

ترمذی میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے ۔ جانور (حلال بھی) جب (ذبح کے بعد) زندہ ہی ہو، تو اگر اس سے کوئی حصہ کاٹا جائے، تو وہ حرام ہے ۔

اسلام نے زندہ جانوروں کو آپس میں لڑانے کی سخت ممانعت کی ہے، بخاری ومسلم کی

حدیث کے مطابق حضرت رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوانوں کو آپس میں لڑانے پر اکسانے کی ممانعت فرمائی ہے۔

سائنسی تعلیم میں زندہ جانوروں، کیڑوں مکوڑوں یا حیوانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے جو تجربے کیے جاتے ہیں وہ بھی اسلام کی رو سے ممنوع ہیں۔ کیوں کہ ایسا کرنے میں بے گناہ جانداروں پر ظلم ہو رہا ہے۔

عورتوں کے لیے رأفت و رحمت

اس سے پہلے کہ ہم عورتوں کے تئیں حضرت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانِ عظیم کے بارے میں کچھ بیان کریں، اسلام سے پہلے عورتوں کی پوزیشن کا خاکہ پیش کرنا بے جا نہ ہوگا۔ یہ خاکہ بہترین انداز میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اپنی تصنیف "پردہ" میں کھینچا ہے انھوں نے لکھا ہے "انسانی تمدن کی پوری تاریخ اس پر گواہ ہے کہ عورت کا وجود دنیا میں ذلت، شرم اور گناہ کا وجود تھا۔ بیٹی کی پیدائش باپ کے لیے سخت عیب اور موجب ننگ و عار تھی سسرالی رشتے ذلیل سمجھے جاتے تھے، بہت سی قوموں میں اس ذلت سے بچنے کے لیے لڑکیوں کو قتل کر دینے کا رواج ہو گیا تھا۔ جہلاء تو درکنار، علماء اور پیشوایانِ مذہب تک میں مدتوں یہ سوال زیر بحث رہا کہ آیا عورت انسان بھی ہے یا نہیں۔ اور خدا نے اس کو روح بخشی ہے یا نہیں۔ ہندو مذہب میں ویدوں کی تعلیم کا دروازہ عورت کے لیے بند تھا، بودھ مت میں عورت سے تعلق رکھنے والے کے لیے نروان کی کوئی صورت نہ تھی، مسیحیت اور یہودیت کی نگاہ میں عورت ہی انسانی گناہ کی بانی مبانی اور ذمہ دار تھی۔ یونان میں گھر والیوں کے لیے نہ علم تھا، نہ تہذیب و ثقافت تھی اور نہ حقوقِ مدنیت، یہ چیزیں جس عورت کو ملتی تھیں وہ رنڈی ہوتی تھی۔ روم،

ایران، چین، مصر اور تہذیب انسانی کے دوسرے مرکزوں کا حال بھی قریب قریب ایسا ہی تھا صدیوں کی مظلومی اور محکومی اور عالمگیر حقارت کے برتاؤ نے خود عورت کے ذہن سے بھی عزتِ نفس کا احساس مٹا دیا تھا، وہ خود بھی اس امر کو بھول گئی تھی کہ دنیا میں وہ کوئی حق لے کر پیدا ہوئی ہے، یا اس کے لیے عزت کا کوئی مقام ہے، مرد اس پر ظلم کرنا اپنا حق سمجھتا تھا اور وہ اس کے ظلم کو سہنا اپنا فرض جانتی تھی .....،،

اوپر کی عبارت سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام سے پہلے دنیا میں عورت کی کیا حالت تھی اسلام کے بعد بھی بیشتر غیر مسلم نظاموں میں عوت کسمپرسی میں پڑی ہوئی تھی جہاں تک عرب کا تعلق ہے وہاں اسلام سے پہلے لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ عورت کو حقیر نظروں سے دیکھا جاتا تھا، جس لڑکی کو زندہ رہنے دیا جاتا، اس کا باپ اس کی شادی کے وقت اس کا مہر ہڑپ کرتا تھا۔ بیویوں کی تعداد کے بارے میں کوئی حد نہیں تھی۔ عورت کو وراثت بھی نہیں دی جاتی تھی، حضرت رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہونے کے بعد ہی عورتوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے حقوق کی پوری حفاظت کی اور انھیں سماج میں عزت و اکرام کا مقام دلایا، ان کے لیے وراثت، مہر اور ان کی آزادانہ حیثیت کو یقینی بنایا۔ رؤف و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے طریقے بھی با اخلاق بنا دیئے، عورتوں کو خلع کا حق بھی دیا گیا اور مردوں کے ساتھ ان کی ازدواجی زندگی با مقصد بنا دی گئی۔

حضرت رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو وہ کچھ دیا، جو اسے ہزاروں برسوں سے بھی نہیں ملا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی عورت کے لیے حقیقی محسن ثابت ہوئے، آپؐ نے عورت کو وہ عطا کیا جو یورپ آپؐ کے سینکڑوں سال بعد تک بھی عورت کو نہ دے سکا۔

علامہ محمود مہدی استانبولی نے اپنی کتاب "تحفۃ العروس" میں لکھا ہے "یورپین عورت اسلام سے پہلے کسی طرح کے ترکہ کی مستحق نہیں سمجھی جاتی تھی، بلکہ گیارہویں صدی عیسوی

میں انگلینڈ میں عورت سربازار نیلام ہوتی تھی۔ ۱۵۶۷ء میں پارلیمانی بورڈ نے ایک قانون کے ذریعہ عورت کو اس کا پابند بنادیا تھا کہ وہ کسی چیز کی مالک نہیں بن سکتی۔" علامہ استانبولی نے اسی کتاب میں مزید لکھا ہے " انگریزی قانون نے ۱۸۰۵ء تک مردوں کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ چاہیں تو اپنی بیویوں کو فروخت کرسکتے ہیں، ایک عورت کی قیمت چھ پنس (نصف شلنگ یعنی لگ بھگ آٹھ آنے مقرر تھی"۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ عورت کے تئیں اسلام کے سلوک سے دنیا کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور اب تمام سلیم العقل مرد وزن محسوس کررہے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی عورتوں کے حقیقی غم خوار اور بہی خواہ گذرے ہیں۔

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ جاہلیت میں لوگ عورتوں اور یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے تھے۔ حضرت نبیؐ رأفت وشفقت نے اس کا خاتمہ کردیا، ابن مردویہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُخْرُجُ مِنْ مَّالِ الضَّعِيْفَيْنِ الْمَرْأَةِ وَالْيَتِيْمِ یعنی دو ضعیفوں کا مال کھانے سے باز رہو، وہ ضعیف عورت اور یتیم ہیں۔

(ترجمان القرآن بلطائف البیان جلد ۲ صـ ۵۸۵)

بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت مشفق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ دے۔ اور عورتوں کے حق میں اچھائی کی نصیحت قبول کرو۔ جو میں کررہا ہوں۔ عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور پسلی کے اوپر کا حصہ ٹیڑھا ہوتا ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو تو وہ ٹوٹ جائے گی، اور اگر اُسے چھوڑ دو تو ٹیڑھا پن دور نہیں ہوگا۔ لہٰذا عورتوں کے ساتھ اسی طرح بھلائی سے پیش آؤ"۔

حجۃ الوداع میں بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے بارے میں فرمایا۔

"تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، عورتوں پر زیادتی نہ کرو ...... (مسلم)

عورتوں کے بارے میں ڈرنے سے مراد ان کے ساتھ اخلاق محبت اور نرمی سے برتاؤ کرنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ بِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ بِاَھْلِیْ یعنی تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی اور اہل وعیال کے ساتھ بہتری کرے اور میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ سب سے زیادہ بہتری کرتا ہوں (ترمذی وصححہ)

مسند احمد اور ترمذی کی حدیث میں حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "مومنین میں کامل ایمان والا وہی ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتری کرے"۔

مستدرک حاکم، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کسی کی بیوی کا اُس پر کیا حق ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کہ جب تم کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ، تم پہنو تو اُسے بھی پہناؤ۔ دیکھو اس کے چہرے پر مت مارو، اُسے بری بات مت کہو۔ اور گھر کے علاوہ اُسے کہیں تنہا نہ چھوڑو (تحفۃ العروس از علامہ محمود مہدی استانبولی صـ ۳۲۷)

اسلام نے ہی عورتوں کا درجہ بڑھا دیا، انھیں وراثت اور شہادت کا حقدار بنایا۔ اور سماج میں ان کی زندگی باعزت بنادی، حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان عورت کسی کافر کو پناہ دیا کرتی تھی تو وہ پناہ درست ہوتی تھی (ابوداؤد) اسلام نے ہی مردوں اور عورتوں کے فرائض کی الگ الگ نشاندہی کی، مردوں کو کنبے کے لیے کمانے کا ذمہ دار بنایا، عورتوں کو گھر کی دیکھ بھال کے علاوہ بچوں کو بہتر تربیت دینا ہے، ان پر وہ کام کرنے کی ذمہ داری نہیں جس کو انجام دینا مردوں کا فرض ہے۔

یتیموں کے لیے رحمتِ مجسّمہ

قاضی ابوالحسن الماوردیؒ نے اپنی کتاب "اعلام النبوۃ" میں لکھا ہے کہ ابوجہل ایک یتیم کا وصی تھا، وہ بچہ ایک روز اس حالت میں اس کے پاس آیا کہ اس کے بدن پر کپڑے تک نہ تھے۔ اور اس نے التجا کی کہ اس کے باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے وہ اسے کچھ دیدے۔ مگر اس ظالم نے اس کی طرف توجہ تک نہ کی۔ اور وہ کھڑے کھڑے آخر کار مایوس ہو کر پلٹ گیا۔ قریش کے سرداروں نے از راہِ شرارت اس سے کہا کہ حضرت محمدؐ کے پاس جاکر شکایت کر، وہ ابوجہل سے سفارش کر کے تیرا مال دلوائیں گے۔ بچہ بے چارہ ناواقف تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوجہل سے کیا تعلق ہے۔ اور یہ بدبخت اسے کس غرض کے لیے یہ مشورہ دے رہے ہیں۔ وہ سیدھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپؐ سے اپنا حال بیان کیا۔ آپؐ اسی وقت کھڑے ہوئے اور اُسے ساتھ لے کر اپنے بدترین دشمن یعنی ابوجہل کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپؐ کو دیکھ کر اس نے آپؐ کا استقبال کیا اور جب آپؐ نے فرمایا کہ اس بچے کا حق اُسے دیدو، تو وہ فوراً مان گیا اور اس کا مال لاکر اُسے دیدیا، قریش کے سردار تاک میں لگے ہوئے تھے کہ دیکھیں اِن دونوں کے درمیان کیا معاملہ پیش آتا ہے، وہ کسی جھڑپ کی امید کر رہے تھے۔ مگر جب انھوں نے یہ معاملہ دیکھا تو حیران ہو کر ابوجہل کے پاس آئے اور اُسے طعنہ دیا کہ تم بھی اپنا دین چھوڑ گئے۔ اس نے کہا "خدا کی قسم! میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا، مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دائیں بائیں ایک ایک حربہ ہے جو میرے اندر گھس جائے گا، اگر میں نے ان کی مرضی کے خلاف ذرا بھی حرکت کی۔"

صحیح بخاری کی کتاب الآداب میں حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ پیغمبر محتشم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا "میں اور یتیم کی پالنہاری کرنے والا جنت میں اس طرح قریب ہوں گے۔ اور آپؐ نے سبابہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ان کی نزدیکی بتائی۔"

ابن ماجہ کی حدیث میں جس کی روایت حضرت ابوہریرہؓ نے کی ہے:

حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے۔ جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔"

مسند احمد کی حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی سنگدلی کی شکایت کی، آپؐ نے اس کے علاج کے لیے فرمایا کہ یتیم کے سر پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرا کر۔ اور غریبوں کو کھانا کھلایا کرو۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہلاکت خیز چیزوں کا ذکر فرمایا اور مسلمانوں کو ان سے بچنے کی ہدایت کی، ان میں یتیم کا مال کھانا بھی شامل ہے۔

طبرانی میں ہے کہ حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کو عذاب نہیں کریگا جو یتیم پر رحم کرے اور اس کے ساتھ نرمی سے کلام کرے۔

بیواؤں کے لیے

بخاری شریف کی کتاب الآداب میں ہے کہ حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کے لیے محنت کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، یا اس شخص کی طرح جو دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے۔"

ابوطالب نے بھی اپنے ایک قصیدے میں حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثِمَالُ الیتٰمٰی عِصۡمَۃٌ لِلۡاَرَامِلِ کہا ہے۔ یعنی آپؐ یتیموں کے حامی اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔

بچّوں کیلئے رحمت

احادیث میں آیا ہے کہ حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام بچوں کو از حد پیار کرتے تھے، چنانچہ جب آپؐ ان کے ہاں سے گذرتے تو ان کو سلام فرماتے، ابوداؤد میں ایک حدیث کی روایت حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے آتے تو لوگ ہم کو آپؐ کے استقبال کے لیے لے جاتے۔ ہم میں سے جو پہلے پہنچتا، آپؐ اس کو اپنے آگے بٹھا لیتے، میں پہلے پہنچا، آپؐ نے مجھے اپنے آگے بٹھالیا۔ پھر حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ پہنچے، آپؐ نے ان کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ اس کے بعد ہم مدینہ کو اسی طرح بیٹھے ہوئے آئے۔"

لڑکیوں کے لیے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ رؤف ورحیم تھے۔ آپؐ نے ایک حدیث میں فرمایا "اپنے بچوں کو کچھ دینے اور ان پر خرچ کرنے میں یکساں سلوک کرو، اگر میں کسی کو ترجیح دیتا تو لڑکیوں کو دیتا۔" (مسلم ورلڈ لیگ جرنل جنوری۔ فروری ۱۹۹۱ء صفحہ ۴۱-۴۲)

صحیح مسلم میں ایک علیحدہ باب ہی "بیٹیوں کو پالنے کی فضیلت" کے بارے میں ہے، اسی باب کی ایک حدیث میں حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جو شخص دو لڑکیوں کو پالے ان کے جوان ہونے تک، تو قیامت کے دن میں اور وہ شخص اس طرح آئیں گے اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ملایا"، یعنی وہ میرے نزدیک ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں :

صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْاُوْلٰی ثُمَّ خَرَجَ اِلٰی اَھْلِہٖ وَخَرَجْتُ مَعَہٗ فَاسْتَقْبَلَہٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ یَمْسَحُ خَدَّیْ اَحَدِھِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدَّیْ فَوَجَدْتُّ لِیَدِہٖ بَرْدًا اَوْرِیْحًا کَاَنَّمَا اَخْرَجَھَا مِنْ جُوْنَۃِ عَطَّارٍ ۔

یعنی ایک دفعہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی ۔ پھر آپؐ اپنے گھروالوں کے پاس جانے کے لیے (مسجد سے) باہر نکلے ۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ باہر آیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ بچے آگئے ، آپؐ نے ان میں سے ہر ایک کے رخساروں پر ہاتھ پھیرا ۔ اور پھر میرے رخساروں پر بھی آپؐ نے ہاتھ پھیرا ۔ اس وقت میں نے آپؐ کے دست مبارک کو ایسا ٹھنڈا اور خوشبودار پایا ۔ گویا آپؐ نے اپنے ہاتھ کو ابھی عطر کے ڈبہ سے نکالا ہو ۔

بخاری شریف میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اَنَّہٗ مَرَّ عَلٰی صِبْیَانٍ فَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ وَقَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ

یعنی وہ (حضرت انسؓ) کچھ بچوں کے پاس سے گذرے تو ان کو سلام کیا اور کہا کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے (یعنی بچوں کو آپؐ سلام کرتے تھے) ۔

کمزوروں، غریبوں، غلاموں اور باندیوں کے لیے

رحمت

حضرت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں اور باندیوں کے لیے بھی رحمت مجسّمہ تھے۔ آپؐ معمولی بات پر غلاموں کو آزاد کراتے تھے۔ بخاری و مسلم کی ایک حدیث کے مطابق آپؐ نے فرمایا "جو شخص کسی ایک نفس کو آزاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر ہر عضو کو آزاد کردہ غلام کے ہر ہر عضو کے بدلے دوزخ سے آزاد کرے گا"۔ غرض حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کی خوب ترغیب دی۔ سورج گرہن، چاند گرہن، قتلِ خطا، ظہار، عمداً قسم توڑنے اور افسادِ صوم کا کفارہ بھی غلام کو آزاد کرنا ٹھہرایا۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جس کسی نے اپنے غلام کو طمانچہ مارا یا اس کو زدوکوب کیا، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اُسے آزاد کرے"۔ غلاموں اور باندیوں کے لیے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت و رحمت اس حد تک گئی کہ آپ کے فرمانِ مبارک کے مطابق اگر کوئی شخص مذاق میں بغیر عمد و قصد کے کہے کہ اس نے اپنے غلام کو آزاد کیا تو وہ واقعی آزاد ہو گیا (اَلرِّقُ فِی الْاِسْلَامِ)

اسی ترغیب کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی مجموعی تعداد انتالیس ہزار دو سو انسٹھ (۳۹۲۵۹) تک پہنچ گئی ہے، اس کا اظہار نواب صدیق حسن خانؒ نے بلوغ المرام کی شرح نجم الوھاج میں کیا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث کے مطابق حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو "میرا غلام اور میری باندی" کہنے سے منع فرمایا، اسی طرح غلاموں اور باندیوں کو بھی ہدایت فرمائی کہ "میرا مالک، فلاں" نہ کہیں۔ بخاری شریف کی کتاب العتق میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے اپنے کسی غلام کو بُرا بھلا کہا۔ اس پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے انھیں جھڑکا اور فرمایا "تمہارے خدمت گذار تمہارے بھائی ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں کے تحت رکھا ہے، پس جس کا بھائی اس کے قبضے میں ہو تو اُسے وہی کھلائے جو خود کھائے اور ویسا ہی پہنائے جیسا خود پہنتا ہے، اسے ایسے کام کی تکلیف نہ دے جو اس سے نہ ہو سکے۔" صحیح مسلم میں ہے کہ ایک صحابی حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ کی بکریاں ان کی ایک باندی چراتی تھی۔ ایک بار وہ چراگاہ گئے، وہاں دیکھا کہ ایک بھیڑیا ایک بکری کو لے گیا ہے۔ وہ غصہ میں آ گیا اور انھوں نے اپنی باندی کو ایک طمانچہ مارا۔ پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے حضورؐ نے باندی سے اللہ تعالیٰ اور خود اپنے بارے میں دریافت فرمایا، جب جواب صحیح ملا تو باندی کو آزاد کرایا۔

ہجرت کے سفر میں مدینہ منورہ سے ایک سو اڑسٹھ کلومیٹر دُور ایک جگہ دو غریب بدّو پیدل جا رہے تھے، ان کے ساتھ ایک کمسن بچی تھی، تھکن کے مارے وہ نڈھال ہو رہے تھے۔ بچی کے لیے چلنا اور اُن کے لیے اُسے اٹھانا بہت مشکل ہو رہا تھا، اسی اثنا میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو محوِ سفر دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت دیکھ کر ان سے نام پوچھا، انھوں نے اپنی پریشانی بتلاتے ہوئے عرض کیا نَحْنُ مُهَانَانِ یعنی ہم خدمت پیشہ غریب گھٹیا لوگوں میں سے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اَنْتُمُ الْمُكْرَمَانِ یعنی تم لوگ باعزت ہو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی منزل تک ان کو سوار کیا۔

(ہجرت نبویؐ، راہیں، قیام، منزلیں۔ از عبد القدوس انصاری بحوالہ نقوش، رسول نمبر جلد ۸ صـ۲۳۲)

حضرت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کی دعوت بھی ان کی دلجوئی کے لیے قبول کرتے تھے۔ چنانچہ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَتْبَعُ الْجَنَازَةَ وَ يُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ

یعنی حضرت انسؓ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپؐ بیمار کی

عیادت فرماتے، جنازہ کے ساتھ جاتے، مملوک اور غلام کی دعوت قبول کر لیتے اور گدھے پر سوار ہو لیتے۔ (کلام نبوت از محمد فاروق خاں جلد ۲ صہ ۶۷۲)

ابوداؤد کی ایک حدیث میں حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ کان رَسُولُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَلَّفُ فِی الْمَسِیْرِ فَیُزْجِی الضَّعِیْفَ وَیردفُ وَیَدْعُوْالَھُمْ یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں قافلے کے پیچھے چلتے۔ کمزوروں کو اپنی سواری پر بٹھا لیتے اور ان کے حق میں دعا فرماتے۔

امام بخاریؒ نے ادب المفرد میں حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں تھے۔ آپؐ نے خادمہ کو بلایا، اس نے آنے میں دیر کی، آپؐ کے چہرہ مبارک پر ناراضی ظاہر ہوئی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پاس جاکر دیکھا تو خادمہ کو مسواک سے کھیلتے ہوئے پایا۔ آپؐ نے فرمایا "اگر قیامت کے دن مجھے بدلہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں تجھ کو اس مسواک سے مارتا"

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر مشفق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کسی کا خادم کھانا پکانے سے گرمی اور دھواں اٹھائے (یعنی اس کی تکلیف برداشت کرے) تو تم کو چاہیئے کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ بٹھا لے۔ پھر اگر وہ نہ مانے تو تم کو ایک لقمہ لے کر اس کو کھلانا چاہیئے"

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "غلام کے لیے کھانا اور لباس تمہارے ذمہ ہے، اس سے ایسا کام لو جو اس کی طاقت میں ہو" یعنی اس سے اتنا کام نہ لو جو اس کی جسمانی قوت سے باہر ہو۔

ایک اور حدیث میں جس کی روایت نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے، ہم اس کو قتل کردیں گے اور جو

شخص اپنے غلام کی ناک کاٹ لے گا، ہم اس کی ناک کاٹیں گے "۔ ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ "جو شخص اپنے غلام کو خصی کرے گا۔ ہم اس کو خصی کردیں گے "۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ اسلام سے پہلے غلاموں کے ساتھ کس طرح انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا۔

حضرت محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں پر ڈھائے جانے والے تمام مظالم کا خاتمہ کردیا، اور انھیں آزاد کرنے کو ایک بہت بڑا نیک کام قرار دیا۔

مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں نے حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ گیر رحمت کا اعتراف کیا ہے، اس رحمت کے وسیع وعریض دائرے میں دوست اور دشمن سب آتے ہیں۔ فراق گورکھپوری نے کہا ہے۔

انوارِ بے شمار معدود نہیں
رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ اُمتِ اسلام میں محدود نہیں

تلوک چند محروم نے کہا

مبارک پیشوا جس کی ہے شفقت دوست دشمن پر
مبارک پیش رو جس کا ہے سینہ صاف کینے سے

انھی اوصاف کی خوشبو ابھی اطرافِ عالم میں
شمیمِ جانفزا لاتی ہے مکے اور مدینے سے

غریب نوازی

دنیا نے آج تک حضرت نبیٔ رأفت و رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر غریب نواز نہیں دیکھا ہے اور نہ قیامت تک دیکھے گی، غریب نوازی کی ڈینگیں اگرچہ کمیونسٹ اور سامراجی دونوں مار رہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ غریبوں کا استحصال کرنے والے ہوتے ہیں۔ پیغمبر مشفق صلی اللہ علیہ وسلم عملاً و قولاً غریبوں کے سب سے بڑے ہمدرد اور نیک خواہ تھے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک کالی عورت یا ایک جوان لڑکا مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے غائب پایا، دریافت کرنے پر صحابہؓ نے کہا کہ وہ فوت ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، تم نے مجھے اس کی خبر کیوں نہ دی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گویا صحابہؓ نے اس عورت یا جوان کی موت کو معمولی خیال کیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اچھا مجھ کو اس کی قبر بتاؤ۔ صحابہؓ آپؐ کو اس کی قبر پر لے گئے، اور آپؐ نے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر فرمایا۔ یہ قبریں تاریکیوں سے بھری ہوتی ہیں اپنے مُردوں کے لیے اور ان پر میرا نماز پڑھنا ان کو روشن کر دیتا ہے۔" بخاری شریف کی کتاب النکاح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس ولیمہ میں امیروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے، وہ سب سے بُرا کھانا ہے۔ اور جو شخص دعوتِ ولیمہ کو رد کرے، تو گویا اُس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی،" یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے۔ وہاں ایک حدیث اسی معنیٰ کے مرفوعاً بھی مروی ہوئی ہے۔

حضرت پیغمبر رأفت و رحمت کی نظروں میں تمام غریب اور امیر یکساں تھے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے حجۃ الوداع کے اپنے خطبۂ مبارک میں بہ تواریخی اعلان کیا ایُّھَا النَّاسُ اَلَا

اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدٍ وَلَا الْاَسْوَدُ عَلٰى اَحْمَرٍ اِلَّا بِالتَّقْوٰى

یعنی "اے لوگو! تم سب کا رب ایک ہے۔ تم سب کا باپ ایک ہے (یعنی تم سب آپس میں برابر ہو)۔ خبردار! سنو، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں، اور کسی عجمی کو عربی پر برتری نہیں، کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر فضیلت نہیں۔ اور کسی کالے کو سرخ رنگ والے پر برتری نہیں، بجز تقویٰ کے" یہ خطبہ مبارک ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے، جو نسلی امتیاز کرنے والوں اور غریبوں اور امیروں کے درمیان فرق کرنے والوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔

حضرت نبیؐ رافت و رحمت محنت کشوں، بوڑھوں، بیماروں اور اپاہجوں کے لیے بھی رحمتِ مجسّمہ تھے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام انسانوں بالخصوص مسلمانوں کو پیغمبر رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مکمل اتباع کرنے کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

نبوت ملنے سے پہلے کی رأفت و رحمت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بھی رأفت و رحمت کے مجسّمہ تھے۔ سارا عرب آپؐ کے پاک و پاکیزہ اور دیانتدارانہ طرز زندگی کا معترف تھا۔ چنانچہ تمام لوگ آپؐ کو صادق اور امین کہتے تھے۔

نبوت سے پہلے بچپن میں ہی جب آپؐ کا سینۂ مبارک شق کیا گیا اور اس میں سے ایک بستہ خون جو شیطانی حصہ تھا، نکالا گیا، پھر اس میں رأفت و رحمت بھر دی گئی جو اس قدر وسیع تھی کہ آپؐ تمام کائنات کی مخلوقات کے لیے رؤف و رحیم بن گئے۔

حضرت رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے رأفت ورحمت کی نشاندہی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اُن الفاظ سے ہوتی ہے جو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اُس وقت بیان کیے جب آپؐ غار حرا میں پہلی بار حضرت جبریلؑ کو دیکھنے کے بعد گھبرا کر گھر واپس تشریف لائے تھے ۔ اور آپؐ نے زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ (مجھے کمبل اوڑھا دیجئے) فرمایا تھا ۔ بخاری شریف کے کئی ابواب کے مطابق اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اَبْشِرْ فَوَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَقْرِیْ الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ یعنی آپؐ خوش ہو جائیے ۔ خدا کی قسم ! اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا ، آپؐ تو صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچی بات کرتے ہیں ، غریبوں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں اور مہمانوں کی مہمانداری کرتے ہیں اور حق کی راہ میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں کتاب الوحی کی حدیث میں "وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ" کے الفاظ بھی آئے ہیں ۔ یعنی آپؐ محتاجوں کے لیے کماتے ہیں ۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے الفاظِ مبارک سے نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی اور رأفت ورحمت کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے ۔ دوست اور دشمن سبھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رگوں میں بچپن سے ہی رحمت و شفقت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا ، اس کا اظہار آپؐ نے شیرخوارگی کے دنوں سے ہی کیا ۔ چنانچہ ابوالجلال ندوی نے اپنے مضمون "فخر موجودات (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی)" میں جو رسول نمبر جلد ۲ صفحہ ۴۶۹ پر چھپا ہے ، لکھا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کفالت میں تھے تو حلیمہؓ کو نہایت حیرت تھی کہ عجیب بچہ ہے ۔ آپؐ نے کبھی دونوں چھاتیوں کو منہ نہ لگایا ۔ ایک چھاتی ہمیشہ اپنے دودھ بھائی کے لیے چھوڑتے تھے ۔ حضرت حلیمہؓ سے مروی ہے کہ دودھ چھڑانے کے بعد آپؐ نے جب

بامعنی جملے بولنا شروع کیے۔ توسب سے پہلے جو بول آپؐ کی زبانِ مبارک سے نکلے۔ وہ یہ تھے،
اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا ٥ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا ٥ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا یعنی اللہ
تعالیٰ سب سے بزرگ و برتر ہے۔ اللہ کے لیے ہی کثرت سے حمد وثنا ہے۔ وہ پاک ہے اور
اس کی پاکی صبح و شام ہر وقت بیان کی جانی چاہیے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کلمات کو ادا کرنے
والے سب سے پہلے شخص آپؐ ہی ہیں، اس وقت آپؐ کی عمر مبارک دو یا اڑھائی سال کی تھی۔

تین سال کی عمر شریف میں بھی آپؐ کی رأفت ورحمت قابل توجہ ہے۔ آپؐ نے
حضرت حلیمہؓ کو مجبور کر کے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میرے بھائی اور بہن تو دن بھر بکریاں چراتے
پھریں اور میں ان کی محنت میں شریک نہ ہوں۔ مجبوراً آپؐ کو بکریاں چرانے کی اجازت دی گئی۔
یہ واقعہ بھی نبوت سے پہلے آپؐ کی رأفت ورحمت کو ظاہر کرتا ہے۔

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی منت

اللہ تعالیٰ نے ہمہ گیر رأفت ورحمت کا ایسا بے نظیر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھیج کر مسلمانوں
پر بہت بڑا احسان کیا ہے، جس کا جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے، آپؐ کی رحمت و رأفت
کا فیضان مسلمانوں کو قیامت کے موقعے پر بھی حاصل ہوگا۔ چنانچہ آپؐ اور فقط آپؐ ہی شرک
کے بغیر باقی گناہوں میں مبتلا اپنے امتیوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت کریں گے۔
اور انھیں نارِ جہنم سے نجات دلائیں گے۔ البتہ مشرک کے لیے آپؐ کی شفاعت نہیں ہوگی۔ ہم
پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بنا کر بہت منت رکھی ہے، اس منت کا اندازہ
وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے منور ہیں۔ کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی، اس کا ذکر امام ابن قیمؒ نے

اپنی کتاب جلاء الافہام اور زاد المعاد میں اور خفاجی نے نسیم الریاض کی شرح میں حضرت انسؓ کی روایت سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ان کی اس خواہش کے جواب میں بتایا۔ "تم ان سے (حضورؐ کی امت سے) پہلے ہو، وہ تمہارے بعد آئیں گے۔ البتہ میں اپنے دارِ جلال میں تمہیں ان کے ساتھ جمع کروں گا۔ (ترجمان السنۃ جلد ا صـ ۴۲۴) از محمد بدر عالمؒ)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اور وفادار اُمتی بنائے۔ جنھیں آپؐ کی شفاعت نصیب ہو۔ (آمین)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ الرَّحْمَةِ

وَصَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ الرَّاْفَةِ